قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ (آل عمران:74)

روزنامہ

الفضل لندن

مدیر: ابوسعید

Online Edition

منگل 21۔اپریل 2020ء 27 شعبان 1441 ہجری قمری | جلد:2 | شمارہ: 96

فرمانِ رسول ﷺ

رمضان کا مہینہ

رسول کریم ﷺ نے فرمایا: تمہارے پاس رمضان آیا ہے۔ یہ برکت والا مہینہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے روزوں کو تم پر فرض کیا ہے۔اس میں آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور سرکش شیاطین کو جکڑدیا جاتا ہے۔

(مسند احمد بن حنبل جلد دوم صفحہ 11 مسند ابی ہریرہ)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

دعاؤں کا مہینہ

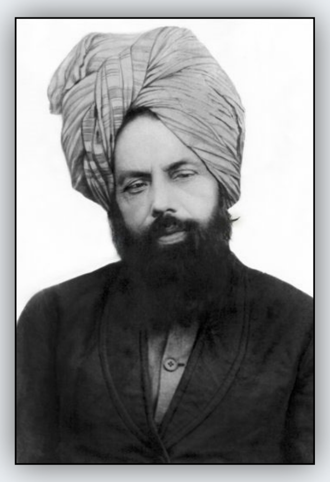

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

- ’’رمضان کا مہینہ مبارک مہینہ ہے۔دعاؤں کا مہینہ ہے...میری تو یہ حالت ہے کہ مرنے کے قریب ہو جاؤں۔تب روزہ چھوڑتا ہوں۔طبیعت روزہ چھوڑنے کو نہیں چاہتی۔یہ مبارک دن ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت کے نزول کے دن ہیں۔‘‘ (ملفوظات جلد اول ص439)

- ’’انسانی فطرت میں ہے کہ جس قدر کم کھاتا ہے اُسی قدر تزکیۂ نفس ہوتا ہے اور کشفی قوتیں بڑھتی ہیں۔ خداتعالیٰ کا منشاء اِس سے یہ ہے کہ ایک غذا کو کم کرو اور دوسری کو بڑھاؤ۔ ہمیشہ روزہ دار کو یہ مدّنظر رکھنا چاہئے کہ اِس سے اتنا ہی مطلب نہیں ہے کہ بھوکا رہے بلکہ اُسے چاہئے کہ خداتعالیٰ کے ذکر میں مصروف رہے تاکہ تَبَتُّل اورانْقِطَاع حاصل ہو۔پس روزہ سے یہی مطلب ہے کہ انسان ایک روٹی کو چھوڑ کر جوصرف جسم کی پرورش کرتی ہے، دوسری روٹی کو حاصل کرے جو روح کی تسلی اور سیری کا باعث ہے۔‘‘ (ملفوظات جلد پنجم ص102)

ارشاد باری تعالیٰ

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْۤ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًی لِّلنَّاسِ وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰی وَالْفُرْقَانِ ...﴿۱۸۶﴾

(البقرہ:186)

ترجمہ: رمضان کا مہینہ جس میں قرآن انسانوں کے لئے ایک عظیم ہدایت کے طور پر اُتارا گیا اور ایسے کھلے نشانات کے طور پر جن میں ہدایت کی تفصیل اور حق و باطل میں فرق کر دینے والے امور ہیں۔

فرمان خلیفہ وقت

رمضان کا فیض

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

’’رمضان کا فیض اُس وقت حاصل ہوتا ہے جب قرآنِ کریم کی تعلیمات پر عمل ہو۔روزے تبھی فائدہ دیں گے جب قرآنِ کریم کی تعلیمات پر عمل ہو...پس ہمیں چاہئے کہ اس رمضان میں ہم اپنے جائزے لیں...کہ کس حد تک اس رمضان میں ہم نے اپنی حالتوں کو خداتعالیٰ کی بتائی ہوئی تعلیم کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کرنے کا منصوبہ بنایا ہے...اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم اس عظیم کتاب کی تعلیم کو اپنی زندگیوں کا حصہ بناکر خدا تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنے والے بن سکیں اور یہ رمضان ہمیں پہلے سے بڑھ کر قرآنِ کریم کا علم وعرفان عطا کرنے والا بھی ہو اور خدا تعالیٰ کا قرب دلانے والا بھی ہو۔آمین۔‘‘

(خطبہ جمعہ 19 جولائی 2013ء)

اس شمارہ میں

- رؤیت ہلال
- آنحضرتؐ ہمارے لئے کامل نمونہ ہیں
- وبائی بیماری اور اسلامی تعلیم
- ذکر خیر سید عبد الحیٔ شاہ

اداریہ

رمضان میں روحانی تولید

اسلام میں بہت سے امور میں مادی اور روحانی نظام کی مثالیں دے کر مذہبی امور کی وضاحت اور اہمیت بیان کی گئی ہے۔ جیسے پانی مادی روئیدگی کا موجب بنتا ہے۔ اسی طرح روحانی پانی مومنوں کی روحانی، اخلاقی روئیدگی اور سرسبزی کے لئے اللہ تعالیٰ مومنوں پر اُتارتا ہے۔ کچھ ایسی ہی کیفیت رمضان کے مہینہ کی ہے۔

جس طرح اللہ نے دنیا میں پیدائش انسانی کے لئے ایک مکمل نظام وضع کر رکھا ہے۔ مادہ تولید کے بعد مختلف مراحل میں سے گزرتا ہوا ایک بچہ مکمل ہو کر نوماہ میں پیدا ہوتا ہے جو دنیا کی تمام آلائشوں، گندگیوں اور برائیوں سے پاک و صاف ہوتا ہے. اسی لئے آنحضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ بچہ فطرت انسانی پر پیدا ہوتا ہے۔ اس کے والدین اس کو یہودی، صابی،نصرانی یا مسلمان بناتے ہیں۔

بعینہٖ رمضان، اسلامی کیلنڈر ہجری قمری کا نواں مہینہ ہے جس میں ایک مومن اپنی روحانی تکمیل کرتا ہے۔اسی لئے کہتے ہیں کہ رمضان کے مبارک مہینہ میں ایسے نیک اعمال بجالاؤ کہ تم اس کے اختتام پر نومولود بچے کی طرح پاک صاف ہو کر نکلو جو تمام آلائشوں، گندگیوں سے پاک ہو۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ نے خطبہ جمعہ 19-اکتوبر 1906ءمیں اس اعلیٰ نکتہ کو یوں بیان فرمایا۔ آپ فرماتے ہیں:۔

’’اس میں ایک عجیب سرّ یہ ہے کہ یہ مہینہ آغاز سن ہجری سے نواں مہینہ ہے یعنی 1۔محرم 2۔ صفر 3۔ربیع الاول 4۔ ربیع الثانی 5۔جمادی الاول 6۔جمادی الثانی 7۔ رجب 8۔ شعبان 9۔رمضان اور یہ ظاہر ہے کہ انسان کی تکمیل جسمانی شکم مادر میں نو ماہ میں ہی ہوتی ہے اور عدد نو کا ، فی نفسہٖ بھی ایک ایسا کامل عدد ہے کہ باقی اعداد اس کے احادسے مرکب ہوتے چلے جاتے ہیں۔ لاغیر ۔ اس میں اشارہ اس امر کی طرف ہوا کہ انسان کی روحانی تکمیل بھی اسی نویں مہینے رمضان ہی میں ہونی چاہئے اور وہ بھی اس تدریج کے ساتھ کہ آغاز شہود ہجری سے ہر ایک ماہ میں ایام بیض وغیرہ کے روزے رکھنے سے بتدریج تصفیہ قلب حاصل ہوتارہا‘‘ (خطبات نور ص231،232)

اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ کون سی برائیاں ہیں جن کو ترک کر کے ہم نومولود بچے کی طرح اپنی پیدائش کرسکتے ہیں۔ حضرت مرزا بشیر احمدؓ نے ایک دفعہ روزنامہ الفضل کے ایک مضمون کے ذریعہ 56 بدیوں کا ذکر کیا تھا۔ جن میں سے چند ایک برائیوں اور بدیوں کی نشاندہی اس ارادہ سے کی جارہی ہے کہ رمضان میں ہم انہیں ترک کر کے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والے ہوں۔

- فرض نماز میں سستی۔
- نماز باجماعت میں سستی۔
- تہجد کی نماز میں سستی۔
- روزہ رکھنے میں سستی، بغیر واجبی عذر کے یونہی کسی بہانے پر روزہ ترک کر دینا۔ جوروزےکسی عذر پر چھوڑے جائیں بعد میں ان کو پورا کرنے یا فدیہ دینے میں سستی۔
- صاحب نصاب ہونے کے باوجود زکوۃ ادا کرنے میں سستی۔
- جماعت کے چندوں کو باقاعدہ برقت ادا کرنے میں سستی۔
- اپنے بچوں کو نماز کی عادت ڈالنے اور اپنے ساتھ مسجد میں لانے کی سستی۔
- جھوٹ بولنا۔
- دوسروں پر جھوٹے افتراء باندھنا۔
- بدنظری۔
- دینی پردہ کی حدود کو توڑنا۔
- ماں باپ کی خدمت اور فرمانبرداری میں سستی۔
- بیوی کے ساتھ بدسلوکی اور سختی سے پیش آنا یا عورت کی صورت میں خاوند کے ساتھ بدسلوکی اور تمرد سے پیش آنا اور خاوند کی خدمت میں سستی کرنا۔
- حقہ یا سگریٹ نوشی کا استعمال۔
- یتامیٰ کے مال میں خیانت یا بےجا تصرف کرنا۔
- یتیموں کی پرورش میں سستی یا بے احتیاطی کرنا۔
- کھانے پینے میں اسراف۔
- بدظنی کی عادت یعنی دوسرے کے ہر فعل کی تہہ میں کسی خاص خراب نیت کی جستجو رکھنا۔

ان (چند کمزوریوں) میں سے کوئی ایک یا ایک سے زائد کمزوری مدنظر رکھ کر ان کے متعلق اس رمضان کے مہینہ میں اپنے دل میں عہد کیا جائے کہ آئندہ خواہ کچھ ہو ہر حال میں ان سے کلی اجتناب کیا جائے گا اور پھر اس عہد پر دوست اسی پختگی اور ایسے عزم کے ساتھ قائم ہوں کہ خدا کے فضل سے دنیا کی کوئی طاقت انہیں اس عزم سے ہلانہ سکے۔

(ابو سعید)

رمضان آرہا ہے

اک تیس دن کا یارو مہمان آ رہا ہے
لے کر فیوض و برکت رمضان آ رہا ہے
ہر خاص و عام پی لے جامِ وصالِ مولا
لے کر لقا کا شربت رمضان آ رہا ہے

راتوں کو جاگ کر تم رب کی تلاش کرنا
راز و نیاز کرنا اظہارِ پیار کرنا
قسمت سے پھر ملے ہیں ایامِ سعد ہم کو
لے کر خدا کی قربت رمضان آ رہا ہے

رحمِ خدا کو مانگو عشرہ میں رحمتوں کے
حاوی ہے اس کی رحمت ارض و سما میں یارو
فضل و کرم سے اس کے بگڑی سنوارنے کو
لے کر خدا کی رحمت رمضان آ رہا ہے

عشرہ میں مغفرت کے بخشش کی آرزو ہو
وہ ڈھانپ لے ردا سے بخشش کی یہ دعا ہو
محروم تم نہ رہنا عفو و عطا سے اس کی
لے کر رضا کی ساعت رمضان آ رہا ہے

عشرہ نجاتِ نارِ دوزخ کو تم جو پاؤ
ہر اک گناہ سے توبہ کر کے رضا کو پاؤ
پھر اعتکاف کرنا اس لیل کو بھی پانا
لے کر خدا کی جنت رمضان آ رہا ہے

الغرض یہ مہینہ فضلوں کا ہے مہینہ
سب برکتوں کو پاؤ لے جاؤ یہ خزینہ
اپنی عبادتوں کے معیار بھی بڑھانا
لے کر دعا کی رغبت رمضان آ رہا ہے

لیکن یہ یاد رکھنا یہ زہد اور عبادت
سب عارضی ہی نہ ہو ان نیکیوں میں رغبت
بس چند روز تک ہی ان پر نہ ہو توجہ
لے کر ثنا کی لذت رمضان آرہا ہے

اپنی عبادتوں کو تم پیار سے سجانا
کوتاہی نہ کبھی ہو بس آگے بڑھتے جانا
مقصد تو ہے تمہارا مولا کو اپنے پانا
لے کر لقا کی غایت رمضان آ رہا ہے

حافظ محمد مبرورؔ

فقہی مسائل

رؤیت ہلال

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

فَمَنۡ شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهۡرَ فَلۡيَصُمۡهُ پس جو بھی تم میں سے اس مہینے کو دیکھے تو اِس کے روزے رکھے ۔(البقرۃ:186)

قمری مہینہ کی گنتی اور اس کے آغاز اور اختتام کی تفصیل بیان کرتے ہوئے حضرت نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں ۔

الشَّهۡرُ تِسۡعٌ وَعِشۡرُونَ لَيۡلَةً، فَلاَ تَصُومُوا حَتَّى تَرَوۡهُ، فَإِنۡ غُمَّ عَلَيۡكُمۡ فَأَكۡمِلُوا العِدَّةَ ثَلاَثِينَ

(صحیح البخاری کتاب الصوم بَابُ قَوۡلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ:اِذَا رَأَيۡتُمُ الهِلاَلَ فَصُومُوا،وَإِذَارَأَيۡتُمُوهُ فَأَفۡطِرُوا)

مہینہ انتیس راتوں کا ہوتا ہے ،جب تک چاند نہ دیکھو، روزے نہ رکھو اور اگر تم پر (چاندکی رؤیت)مشتبہ ہو جائے تو تیس کی گنتی پوری کرو۔

حضرت کریب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

’’امّ فضل بنت حارث نے انہیں امیر معاویہؓ کے پاس شام بھیجا۔ وہ کہتے ہیں میں شام آیا اور ان کا کام مکمل کیا۔میں شام میں ہی تھا کہ رمضان کا چاند طلوع ہوگیا۔میں نے چاندجمعہ کے دن دیکھا ،پھر مہینہ کے آخر میں مدینہ آگیا ۔

حضرت عبدا للہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے مجھ سے (حال احوال)پوچھا پھر نئے چاند کا ذکر کیا اور کہا کہ تم نے نیا چاند کب دیکھا؟میں نے کہا ہم نے اسے جمعہ کی رات دیکھا۔حضرت ابن عباسؓ نے کہا تم نے خود اسے دیکھا؟میں نے کہا ہاں اور دوسرے لوگوں نے بھی اسے دیکھا اور انہوں نے روزہ رکھا اور امیر معاویہؓ نے بھی روزہ رکھا۔حضرت ابن عباسؓ نے کہا ہم نے اسے ہفتہ کی رات دیکھا ہم روزے رکھتے رہیں گے یہاں تک کہ تیس پورے کرلیں یا ہم اسے(چاندکو)دیکھ لیں۔میں نے کہا کیا آپؓ کے لئے امیر معاویہؓ کی رؤیت اور ان کا روزہ رکھنا کافی نہیں تو انہوں نے کہا نہیں،ہمیں رسول اللہﷺ نے ایسا ہی حکم دیا تھا۔‘‘(یعنی ہم اپنے افق پر نظر آنے والے چاند کی رؤیت کا خیال رکھیں گے۔)

(صحیح مسلم کتاب الصیام باب بیان أَنَّ لِكُلِّ بَلَدٍ رُؤۡيَتَهُمۡ)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

’’فَمَنۡ شَهِدَ مِنۡكُمُ الشَّهۡرَ فَلۡيَصُمۡهُ جس پر یہ مہینہ طلوع ہوگا اسی کو روزے رکھنے ہیں۔ دیکھا دیکھی سنی سنائی بات پر روزے نہیں رکھنے۔ اور یہاں ’’من‘‘میں صرف ایک فرد واحد مراد نہیں ہے۔ بلکہ وہ قوم ہے جس کا افق ایک ہے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے اس کا طریق یہ جاری فرمایا کہ اگر ایک ہی افق کے لوگ کسی موسم کی خرابی کی وجہ سے اکثر نہ دیکھ سکتے ہوں تو ان میں دو قابل اعتماد یا چار قابل اعتماد،کچھ قابل اعتماد لوگ اٹھ کھڑے ہوں اور وہ کہیں،گواہی دیں کہ ہم نے دیکھا ہے۔ تواگر افق مشترک ہے تو سب کا ہی رمضان شروع ہو جائے گا۔ اور اگر افق مشترک ہے تو سب ہی کی عید ہو جائے گی۔ ‘‘

(الفضل انٹر نیشنل یکم نومبر تا7 نومبر2002ء)

مشینی ذرائع سے چاند دیکھنا

آج کل چاند جدید سائنسی آلات کی مدد سے بھی دیکھا جاسکتا ہے بلکہ ایسے ذرائع بھی دریافت ہوگئے ہیں جن کی مدد سے چاند کی عمر کا حساب لگایا جاتا ہے لہٰذا ایک ماہ قبل ہی بتایا جاسکتا ہے کہ آیا چاند 29 دن کا ہوگا یا 30 دن کا۔

اس بابت حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

’’کیا مشینی ذرائع سے چاند کا علم پانامَنۡ شَهِدَ مِنۡكُمۡ کے تابع ہوگا یا نہیں ہو گا؟اگر ہوتو پھر دیکھنا متروک ہے۔ اوریہ بھی ہو سکتاہے کہ مشینوں کے ذریعہ چاند دکھائی دے جاتا ہولیکن نظر سے نہ دکھائی دیتا ہو۔ توکیا قرآن کریم کا پہلا عمل یعنی پہلے دور کا عمل اس مشینی عمل کے مقابل پر رد ہو جائے گا؟ یا پہلے دور کا عمل جاری رہے گا اور مشینی دور کا عمل متروک سمجھا جائے گا؟یہ بحث ہے جو بہت سے لوگوں کو الجھن میں مبتلا رکھتی ہے۔ حالانکہ اس میں ایک ادنیٰ ذرہ برابر بھی کوئی الجھن نہیں۔ الجھن لوگوں کی نا فہمی اور نا سمجھی میں ہے۔ ورنہ امر واقعہ یہ ہے کہ نئے دور میں مشینوں کے حوالے سے یا برقیاتی آلوں کے حوالے سے اگر آپ چاند کے طلوع کا علم حاصل کریں تو وہ ’’مَنۡ شَهِدَ ‘‘کے تابع رہتا ہے اور جہاں ’’مَنۡ شَهِدَ ‘‘سے ہٹتا ہے وہاں اس پر عمل درآمد نہیں ہوگا۔ وہاں بے اعتبار ہو جائے گا۔ جو لوگ نہیں سمجھتے وہ ٹھوکر کھاتے ہیں اورپھر آپس میں خوب ان کی لڑائیاں ہوتی ہیں۔

اس لئے میں آپ کو سمجھا رہاہوں، آگے عید بھی آئے گی یہ بحثیں چلیں گی،بچوں کی سکول میں بھی دوسرے بچوں سے گفتگو ہوگی، کالجوں میں یہ معاملہ زیر بحث آجائے گا، بزنس، کاموں پر زیر بحث آئے گا ،اس لئے سب احمدیوں کو اچھی طرح ہر ملک کے احمدی جو یہ خطبہ سن رہے ہوں ان کو اچھی طرح یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہئے۔

چاند جو طلوع ہوتا ہے وہ جب زمین کے کنارے سے اوپر آتا ہے تو اگرچہ سائنسی لحاظ سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ زمین کے افق سے چاند ذرا سا اوپر آچکا ہے۔لیکن وہ چاند لازم نہیں کہ نظرسے دیکھا جا سکتا ہو۔ ا س لئے سائنسدانوں نے بھی ان چیزوں کو تقسیم کر رکھا ہے۔ اگرآپ اچھی طرح ان سے جستجو کر کے بات پوچھیں تو و ہ آپ کو بالکل صحیح جواب دیں گے کہ دیکھو یہ تو ہم یقینی طورپر معلوم کر سکتے ہیں کہ یہ چاند کس دن کتنے بجے طلوع ہوگا۔یعنی سورج غروب ہوتے ہی اوپر ہو چکا ہوگا ،لیکن ا س کا مطلب یہ نہ سمجھ لوکہ اگر موسم بالکل صاف ہواور کوئی بھی رستے میں دھند نہ ہو تب بھی تم اس کو اپنی آنکھ سے دیکھ سکتے ہو کیونکہ چاند کو طلوع ہونے کے بیس منٹ یا کچھ اوپر مزید چاہئے۔ اور ایک خاص زاویے سے اوپر ہونا چاہئے۔ اگر وہاں تک پہنچے تو پھر آنکھ دیکھ سکتی ہے ورنہ نہیں دیکھ سکتی۔ اس لئے ہوسکتاہے کہ جیسا کہ پچھلے سال مولویوں نے یہاں کیا کہ observatoryسے یہ تو پوچھ لیا کہ چاند کب نکلے گا اور انہوں نے وہی سائنسی جواب دیا کہ فلاں دن یہ اتنے بجے طلوع ہو جائے گا اور سورج ڈوبنے کے معاً بعد کا وقت تھا۔ تو مولویوں نے فتویٰ دے دیا کہ اس دن شروع ہو جائے گا، رمضان یا عید جو بھی تھی۔ اور بعض دوسرے جو ان میں سے سمجھ دارتھے ،تعلیم یافتہ مسلما ن یہاں موجود ہیں، احمدی نہیں ہیں مگر وہ ان باتوں پر غور کرتے ہیں انہوں نے انکار کر دیا انہوں نے کہا کہ ہم تو ایسی عید نہیں کریں گے یا ایسا رمضان نہیں شروع کریں گے اور وہ سچے تھے۔کیونکہ اگر وہ مولوی صاحبان ان لیبارٹریز سے یا جو ان کے مراکز ہیں،آسمانی سیاروں وغیرہ کے، ان سے پوچھتے تو وہ صاف بتا دیتے کہ نکلے گا تو سہی لیکن تم اس کی شہادت نہیں دے سکتے تم اپنی آنکھ سے اس کو کبھی بھی دیکھ نہیں سکتے۔کیونکہ جتنا وہ نکل کے اونچا جاتا ہے اس طلوع سے کوئی آنکھ بھی اس کو اس لئے نہیں دیکھ سکتی کہ وہ زمین کے بہت قریب ہوتا ہے اور زمین کے قریب کی فضا اس کی شعاعوں کو نظروں تک پہنچنے سے پہلے پہلے جذب کر چکی ہوتی ہے۔اس لئے عین نشانہ پر پتہ ہو،کہ وہاں چاند طلوع ہو رہا ہے آپ نظر جما کر دیکھیں آپ کو ایک ذرہ بھی کچھ دکھائی نہیں دے گا۔تو شَهِدَ کا مضمون اس پر صادق نہیں آئے گا۔

شَهِدَ کا مطلب ہے جو گواہ بن جائے ،جو دیکھ لے، جو پالے، مگر سائنسدان ہی یہ بھی آپ کو بتاتے ہیں اور قطعیت سے بتاتے ہیں کہ اگر اتنے منٹ سے اوپر چاند ہو چکا ہو یعنی سورج ڈوبنے کے بعد مثلاً پندرہ منٹ کی بجائے بیس منٹ رہے تو پہلے پندرہ منٹ میں اگر دکھائی نہیں دے سکتا تو آخری پانچ منٹ میں دکھائی دے سکتا ہے۔ یا اس کا زاویہ اتنا ہو کہ وہ زمین کے ایسے افق سے اونچا ہو چکا ہو جو افق چاند اور ہماری راہ میں حائل رہتا ہے ۔ اس سے جب اونچا ہو گا تو لازماً دیکھ سکتے ہو ۔پھر بادل ہوں تو الگ مسئلہ ہے ، لیکن اگر بادل نہ ہوں تو لازماً ننگی آنکھ سے دیکھ سکتے ہو۔ تو پھر شَهِدَ مِنۡكُمۡ کا حکم صادق آگیا کیونکہ شَهِدَ میں ساری قوم کا دیکھنا تو فرض تھا ہی نہیں۔ کچھ بھی دیکھ سکتے ہوں لیکن اس طرح دیکھ سکتے ہوں جیسے انسان کی توفیق ہے کہ ننگی آنکھ سے دیکھ سکے وہ فتویٰ لازماً ساری قوم پر صادق آئے گا ۔اور وہ لوگ جن کا افق ایک ہے وہ سائنسی ذرائع سے معلوم کر کے پہلے سے فیصلہ کرسکتے ہیں۔تو اس لئے وہ جھگڑے کہ اب اکٹھی کیسے عید کی جائے یا اکھٹا رمضان کیسے شروع کیا جائے، یہ جھگڑے تو اس دور میں ختم ہو چکے ہیں اور اگر ہیں تو ان لوگوں نے پیدا کئے ہیں جو بےوجہ ناسمجھی سے اختلاف کرتے ہیں ۔ پس یہ جو نظارے یہاں دکھائی دیتے ہیں کہ ایک ہی ملک میں ایک عید آج ہو رہی ہے، ایک کل ہو رہی ہے، ایک پرسوں ہو گی یہ قرآن کریم کے بیان کا ابہام ہر گز نہیں ہے۔ قرآن کریم کابیان بیّنات میں سے صاف کھلا کھلا ہے۔ اگر اس پر چلیں تو یہ ناممکن ہے کہ یہ اختلاف ہوں یا ننگی آنکھ سے چاند نظر آئے گا یاآلات کے ذریعہ آئے گا اور دونوں ایک دوسرے پر بالکل چسپاں ہوں گے اور ان کے درمیان کوئی بھی اختلاف نہیں ہو گا ۔سائنسی فتویٰ بعینہٖ وہی ہوگا جن شرائط کے ساتھ میں بیان کر رہا ہوں جو ننگی آنکھ سے دیکھنے کا فتویٰ ہے۔ تو اس لئے یہ دور ایسا ہے کہ اس میں خدا تعالیٰ کے قائم کردہ قوانین کو خدانے خود ہی بندوں کے لئے مسخرفرما رکھا ہے اور نئی نئی باتیں جو ہمارے علم میں آرہی ہیں

ان کو خدمت دین میں استعمال کرنا چاہئے۔

پس جماعت احمدیہ کی طرف سے جو کیلنڈر شائع ہوتے ہیں اور ابھی بھی یہاں ہو چکے ہیں یا ہر ملک میں ہوتے ہیں ان کی گواہی قطعی ہے کیونکہ ہم کبھی بھی ایسی گواہی کو قبول نہیں کرتے جہاں ننگی آنکھ سے چاند کا دیکھنا ممکن نہ ہو۔ جہاں یقینی ہو کہ اگر موسم صاف ہے تو چاند ضرور دکھائی دے گا وہاں قبول کیا جاتا ہے اور مہینوں کے جو دوسرے دن ہیں یا اس کا شروع اور آغاز، دوسرے مہینوں سے تعلقات، وہ ہمیشہ ٹھیک بیٹھتے ہیں اگر غلطی ہو تو بعض دفعہ عجیب سی غلطی بن جاتی ہے۔ بعض مہینے اس کے اٹھائیں دن کے رہ جاتے ہیں۔ اور اٹھائیں دن کا مہینہ ہو ہی نہیں سکتا چاند کا۔ یہ کوئی فروری تو نہیں جو اٹھائیں دن کا آئے، چاند کا تو ہر مہینہ 29 کا ہو گا یا 30 کا۔ پس اس پہلو سے جماعت احمدیہ کا جو فیصلہ ہے وہ قطعی اور درست ہے۔ اور قرآن کریم کے عین مطابق ہے۔ “

(الفضل انٹر نیشنل یکم تا 7 نومبر2002ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

”اِن ملکوں میں جو مغربی ممالک ہیں، یورپین ممالک ہیں نہ ہی حکومت کی طرف سے کسی رؤیت ہلال کا انتظام ہے اور نہ ہی اس کا اعلان کیا جاتا ہے۔ اس لئے ہم چاند نظر آنے کے واضح امکان کو سامنے رکھتے ہوئے روزے شروع کرتے ہیں اور عید کرتے ہیں۔ ہاں اگر ہمارا اندازہ غلط ہو اور چاند پہلے نظر آجائے تو پھر عاقل بالغ گواہوں کی گواہی کے ساتھ، مومنوں کی گواہی کے ساتھ کہ انہوں نے چاند دیکھا ہے پہلے بھی رمضان شروع کیا جاسکتا ہے۔ ضروری نہیں کہ جو ایک چارٹ بن گیا ہے اس کے مطابق ہی رمضان شروع ہو۔ لیکن واضح طور پر چاند نظر آنا چاہئے۔ اس کی رؤیت ضروری ہے۔ لیکن یہ کہنا کہ ہم ضرور غیر احمدی مسلمانوں کے اعلان پر بغیر چاند دیکھے روزے شروع کر دیں اور عید کر لیں یہ چیز غلط ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس بات کو اپنی ایک کتاب سرمہ چشم آریہ میں بھی بیان فرمایا۔ حساب کتاب کو یا اندازے کو ردّ نہیں فرمایا۔ یہ بھی ایک سائنسی علم ہے لیکن رؤیت کی فوقیت بیان فرمائی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

”خدائے تعالیٰ نے احکام دین سہل و آسان کرنے کی غرض سے عوام الناس کو صاف اور سیدھا راہ بتلایا ہے اور ناحق کی دقّتوں اور پیچیدہ باتوں میں نہیں ڈالا۔ مثلاً روزہ رکھنے کے لئے یہ حکم نہیں دیا کہ تم جب تک قواعد ظنّیہ نجوم کے رو سے یہ معلوم نہ کرو کہ چاند 29 کا ہو گا یا 30 کا۔ تب تک رؤیت کا ہر گز اعتبار نہ کرو۔ (یعنی جو قواعد سائنسدانوں کی طرف سے اندازے کے مطابق بنائے گئے ہیں۔ جو فلکیات کا یا ستاروں کا علم رکھتے ہیں انہوں نے جو قواعد بنائے ہیں ضروری نہیں کہ ان قواعد کی پابندی کی جائے اور اگر ان کے اندازے یہ کہتے ہیں کہ چاند 29 کا ہو گا یا 30 کا تو اس کے مطابق عمل کرو اور چاند کو دیکھنے کی کوشش نہ کرو۔ رؤیت کا ہر گز اعتبار نہ کرو یہ غلط ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جب تک یہ نہیں ہو تا رؤیت کا

باقی صفحہ 8 پر

ایسے نو آموز شعراء کا کلام جنہوں نے روزنامہ الفضل آن لائن لندن کے حُسن میں اضافہ کے لئے اپنے قلم کو حرکت دی

آنسو کے عکس

پھولوں نے سادگی کی بہاروں کو پا لیا
ٹوٹی امید جب بھی یقیں کا سفر بڑھا
یادوں میں تیری بھیگ کے سجدہ کیا جو آج
درد اِس قدر بڑھا کہ دعاؤں میں ”کن“ سنا
پایا جو دل کے چاند میں اُس روشنی کا راز
آنسو کے عکس میں ہے سورج کوئی دِکھا
ویران اک سفر کَشتی شکستہ حال
آنکھوں کے ساحلوں میں تیرا یقیں مِلا
خوابوں نے مل کے خوابوں سے پایا ہے تیرا خواب
تعبیر ہوں گی صدیاں اِک پَل میں جو دِکھا
اُس کی رضا کے عِشق میں وہ عِشق کی اُڑان
خود عشق کا بھی حُسن تیری رضا بنا
اِتنا نگر اُداس تھا دھڑکن تھی جیسے شور
ہاتھوں پہ دل اُٹھائے کرتا رہا دعا
بوجھل ہوئی جو سانسیں سوتے میں سو گئے
دونوں جہاں کے باسی کو اک جہاں سے کیا
اِک ہاتھ اُس کا تھامے لاکھوں دلوں کا ہاتھ
پائے سکون دنیا ہر ڈھب سے کہہ گیا
صبر و رضا کی آنکھ سے دیکھے جو امتحاں
دیکھو کہ اس زمیں کو نیا آسماں ملا
تنہائی کے زمانے زمانے بدل گئے
ننھے سے آشیاں میں لمبا سفر رہا
ہیں رابطے کی لہریں ستاروں سے آرہیں
دیکھا نہیں تمہیں تو منظر ہے رُک گیا

ڈاکٹر الطاف قدیر۔کینیڈا

حضور انور کے خطبہ جمعہ 10۔اپریل 2020ء میں بیان درج ذیل الفاظ سے متاثر ہوکر جذبات کا اظہار: ”ہمیں اس یقین کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے آگے جھکنا چاہیے کہ اللہ نے ہمارے لئے دعاؤں کا راستہ کھولا ہے اور خدا تعالیٰ دعائیں سنتا ہے...پھر میں کہوں گا کہ آج کل دعاؤں دعاؤں اور دعاؤں پر بہت زور دیں “

رمضان آرہا ہے

دعاؤں دعاؤں دعاؤں کے دن ہیں
یہ خلقِ خدا کو مناون کے دن ہیں
ہے جذبہ ایثار و خدمتِ خلق درپیش
اور خالق سے بھی لو بڑھاون کے دن ہیں
دعاؤں دعاؤں دعاؤں کے دن ہیں
وہ تھا جس کا مطلوب و مقصود و تمنا
خدا سے محبت خدائی کی خدمت
اب اُس کی اطاعت میں کارم وہ بارم
وہ رسمم وہ راہم نبھاون کے دن ہیں
دعاؤں دعاؤں دعاؤں کے دن ہیں
بہت خاک چھانی گئے ہیں ہر اک در
کلیسا کبھی تو کبھی مسجد و مندر
مگر ہے جو بھٹکی تیرے دل کے اندر
اُس رہِ یار کو ڈھونڈ لاون کے دن ہیں
دعاؤں دعاؤں دعاؤں کے دن ہیں
کیوں خطاء کر کے کہتے ہیں اب مَالَهَا
زمیں کب تک اُٹھائے گی اَثْقَالَهَا
نَجِّنِیْ وَ اَھْلِیْ پکارو کہ ہم پہ
بلاؤں وباؤں کے آون کے دن ہیں
دعاؤں دعاؤں دعاؤں کے دن ہیں

نادیہ مشتاق بٹ

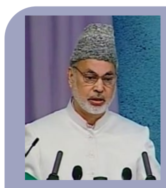

مولانا لئیق احمد طاہر ۔ لندن

آنحضرت ﷺ ہمارے لئے کامل نمونہ ہیں

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے

یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا کُوۡنُوۡا قَوّٰمِیۡنَ لِلّٰہِ شُہَدَآءَ بِالۡقِسۡطِ ۫ وَ لَا یَجۡرِمَنَّکُمۡ شَنَاٰنُ قَوۡمٍ عَلٰۤی اَلَّا تَعۡدِلُوۡا ؕ اِعۡدِلُوۡا ۟ ہُوَ اَقۡرَبُ لِلتَّقۡوٰی ۫ وَ اتَّقُوا اللّٰہَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ خَبِیۡرٌۢ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۹﴾ (المائدہ :9)

ڈنمارک کے اخبار یولینڈ پوسٹن (Jylland Posten) کے کلچرل ونگ میں اکتوبر2005ء کو گیارہ (11) مُصوِروں کی بنائی ہوئی 12 مسخ شدہ تصاویر ہمارے آقا و مولا سید المطہرین ﷺ اور سیّد المومنین کے بارہ میں شائع کی گئیں۔ یہ تذکرہ اس قدر اذّیت ناک ہے کہ خاکسار اس کی تفصیل بیان کرنے کی ہمت نہیں پاتا۔ ان تصاویر کے ذریعہ حضور نبی کریم ﷺ اور اسلام پر دو قسم کے اعتراض وارد کئے گئے۔ایک یہ کہ اسلام آزادیٔ ضمیر کا قائل نہیں اس کے بجائے بانیٔ اسلام تلوار اور طاقت کے بل بوتے پر ڈرا دھمکا کر اور تشدُّد کی راہ سے فیصلے کیا کرتے تھے۔ نعوذ باللہ۔مزید براں یہ کہ حضور نبی پاک ﷺ کی توہین ناقابل معافی جرم ہے اور اس کی سزا سوائے قتل کے کچھ نہیں۔

دوسرا اعتراض یہ کیا گیا کہ اسلام شہوت پرستی کو ترویج دیتا ہے اور نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ نقل کُفر۔کُفر نبَا شد نبی کریم ﷺ عورتوں کے دلداہ تھے ۔اِس لئے آپ ﷺ نے متعدد شادیاں کیں وغیرہ۔

اب خاکسار سیرت نبوی ﷺ کی روشنی میں ان دونوں اعتراضوں کا جواب پیش کرتا ہے ۔میں یہ واضح کردوں کہ خاکسار نے سینکڑوں درخشندہ واقعات میں سے صرف چند ایک کا انتخاب کیا ہے ورنہ نبی پاک ﷺ کی زندگی کا ایک ایک لمحہ ایسا عشق انگیز، وجد آفریں اور اللہ تعالیٰ کی محبت کا گرویدہ کرنے والا ہے کہ نبی پاک ﷺ کل عالم کے اولین و آخرین میں یکتا اور بے مثل اور بے نظیر وجود نکھر کر سامنے آتے ہیں۔

دلبرا مجھ کو قسم ہے تیری یکتائی کی
آپ کو تیری محبت میں بھلایا ہم نے

تاریخ اسلام کا یہ واقعہ زرّین حروف میں لکھنے کے قابل ہے کہ بنو نضیر یعنی مدینہ کے یہودیوں کے ایک قبیلہ کو ان کی چیرہ دستیوں اور متفقہ چارٹر آف مدینہ کی خلاف ورزی کے نتیجہ میں ان کی اپنی درخواست پر حضور نبی پاک ﷺ نے خیبر جانے کی اجازت دے دی جبکہ وہ اپنی شریعت کی رو سے واجب القتل تھے۔اُنہیں حضور نبی پاک ﷺ کے وعدہ پر اس قدر اعتماد تھا کہ وہ مسلمانوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اپنے ہاتھوں اپنے گھر مسمار کر کے تمام قیمتی سامان اپنی سواریوں پر لاد کر اس شان سے خیبر کو روانہ ہوئے کہ ان کے آگے پیچھے بینڈ باجے بج رہے تھے۔ گویا شادی کا سماں ہو۔

(رحمۃ للعلمین از محمد سُلیمان سَلمان منصور پوری صفحہ 116)

کیا آج دنیا میں آپ کسی مفتوح اور مغلوب قوم کا نام پیش کر سکتے ہیں جو اپنے فاتح کے سامنے اس قدر اشتعال انگیزی سے نقل مکانی کر رہی ہو اور فاتح ان کے سامنے اس جرأتِ رِندانہ پر معمولی سا ردّعمل بھی ظاہر نہ کرے۔ کیا اس مثال کو دیکھتے ہوئے کوئی شخص صدق دل سے یہ کہہ سکتا ہے کہ اسلام میں آزادیٔ ضمیر کا فقدان ہے اور برداشت نام کی کوئی چیز اسلام میں نہیں ہے۔

پھر ہم دیکھتے ہیں کہ فتح مکہ کے موقع پر حضور نبی پاک ﷺ نے یہ ہدایات دی تھیں کہ سوائے اپنے دفاع کے کسی شخص پر حملہ نہ کیا جائے۔ ابتداء میں 11افراد کے بارہ میں فیصلہ فرمایا کہ وہ اپنے سابقہ جرائم کی بناء پر واجب القصاص ہیں۔ پھر ان کی تعداد 6کر دی گئی 4مرد اور 2عورتیں واجب القتل قرار دی گئیں اور بالآخر 4 مردوں میں سے صرف ایک اِبنِ اخطل قتل کیا گیا۔ وہ بھی اس لئے کہ اسلام قبول کر لینے کے بعد ایک دن اس نے اپنے غلام کو محض اس لئے قتل کر دیا تھا کہ اُس نے وقت پر کھانا تیار نہیں کیا تھا۔ قتل کرنے کے بعد وہ مکہ بھاگ آیا تھا باقی 3 میں سے ایک عکرمہ بن ابی جہل تھا۔ یہ بار ہا مسلمانوں کے خلاف جنگ کر چکا تھا اور اُس کا سب سے بڑا جرم یہ تھا کہ صلح حدیبیہ کے بعد اُس نے نبی پاکؐ کے حلیف بنو خزَاعہ پر حملہ کر کے بڑا خون خرابہ کیا تھا۔

دوسرا شخص ہبار بن اَسوَد تھا۔ اُس نے حضرت صاحبزادی سیّدہ زینبؓ بنت رسولِ کریم ﷺ پر مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کے موقع پر نیزہ سے حملہ کیا تھاحضرت زینبؓ اُونٹ سے نیچے گریں اور آپؓ کا حمل ساقط ہو گیا اور بالآخر مدینہ پہنچ کر آپؓ اس صدمہ سے وفات پا گئیں۔

یہ پہلو کس قدر سبق آموز ہے کہ جہاں نبی پاک ﷺ نے ایک غریب بے زر، بے زور مسکین غلام کے قاتل کو معاف نہیں فرمایا وہاں اُس رحمتِ عالمؐ نے اپنی نور نظر حضرت سیّدہ زینبؓ کے قاتل کو معاف فرمادیا۔

اور تیسرا شخص جس کے قتل کا آپ ﷺ نے حکم دیا اور پھر اپنا فیصلہ واپس لے کر اس کی جان بخشی کی، کاتب وحی عبداللہ بن ابی سرح تھا۔ اُس بے نصیب نے یہ کہنا شروع کر دیا تھا کہ وحی تو میرے پاس آتی ہے اور محمدؐ مجھ سے سُن کر لکھواتا ہے۔ نعوذُ باللہ۔

دو عورتوں میں سے صرف ایک عورت کو جو قتل عمد کے جرم میں واجب القصاص تھی، سزائے موت دی گئی۔ اور دوسری عورت ہندہ زوجہ ابو سفیان جس نے حضرت حمزہؓ کا کلیجہ چبایا تھا ان کے ناک کان وغیرہ کاٹ کر ہار بنا کر اپنے گلے میں پہنا تھا اُسے بھی معاف فرما دیا۔ حتیٰ کی وحشی جس نے حضرت حمزہؓ کو برچھی مار کر شہید کر دیا تھا اور نعش کی بے حرمتی کی تھی اُسے بھی معاف فرمادیا۔

فتح مکہ کے موقع پر صفوان بن امیہ اُن افراد میں سے تھا جسے آپ ﷺ نے قتل کرنے کا حکم دیا تھا۔ یہ مکہ سے جدہ بھاگ گیا تا سمندر کے راستہ یمن چلا جائے۔ ان کے عزیز عُمیر بن وھب الجمعی نے ان کی معافی کی درخواست کی جو حضورؐ نے فوراً قبول فرمالی۔ عُمیر نے عرض کیا جب تک حضورؐ اپنی کوئی نشانی نہ دیں گے وہ میری بات پر یقین نہیں کرے گا۔ نبی پاک ﷺ نے اپنی دستارِ مبارک عطا فرمائی۔ چنانچہ صفوان جدہ سے واپس آگیا اور نبی پاکؐ سے کہنے لگا اے محمدؐ کیا آپ نے مجھے معاف کر دیا ہے جبکہ میں نے اسلام قبول کرنے کا کوئی فیصلہ نہیں کیا۔

آپ ﷺ نے فرمایا ”ہاں میں نے معاف کر دیا۔“

کچھ عرصہ کے بعد غزوہ حُنین کا واقعہ پیش آیا۔ نبی پاکؐ نے صفوان سے 100 زرہیں مانگیں۔ نبی پاکؐ کی بخشش اور درگزر نے اُسے بے خوف تو پہلے ہی کر دیا تھا۔ بڑی بے باکی سے بولا۔اَغَصبًا یَا مُحمد۔ اے محمدؐ میرا مال زبردستی غَصب کرنا چاہتے ہو؟

فرمایا نہیں نہیں بَل عَارِیَۃً مَضمونۃً۔عاریۃً اپنی ضمانت پر مانگ رہا ہوں۔ فتح حنین کے بعد اس نے دیکھا کہ مال غنیمت کے جانوروں سے پوری وادی بھری ہوئی ہے۔ کہنے لگا اے محمد اتنا مال کیا کرو گے؟ فرمایا سارا تم لے لو اور ہزاروں جانور اُسے بخش دیئے۔ فتح مکہ کے موقع پر بھی نبی پاک ﷺ کے عفوو درگزر اور آپؐ کے خُلقِ کریم اور وسیع حوصلہ کو دیکھ کر ہزاروں اہل مکہ ایمان لے آئے اور جو پیچھے رہ گئے وہ بتدریج اسلام قبول کرتے رہے۔ آپ ﷺ نے کسی کو جبراً مسلمان نہ بنایا۔اگر بزور مسلمان بنانا ہی تھا تو پھر یہ اعلان کرنے کی کیا ضرورت تھی کہ جو شخص اپنے گھر میں رہے اُس کی جان مال محفوظ ہے۔جو خانہ کعبہ میں جا کر پناہ لے لے وہ بھی محفوظ ہے۔جو ابوسفیانؓ کے گھر چلا جائے وہ بھی محفوظ ہے اور جو بلالؓ کے جھنڈے تلے چلا جائے وہ بھی محفوظ ہے۔

فتح مکہ کے موقع پر وہ مہاجرین نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے جنہیں اہل مکہ نے سخت دکھ دے کر ان کے گھروں سے نکال کر گھروں پر قبضہ کر لیا تھا، اُن مہاجرین نے درخواست کی کہ اب اُن کے گھر انہیں واپس دلائے جائیں لیکن حضور نبی پاک ﷺ نے یہ درخواست ردّ کر دی۔

(رحمۃً للعٰلمین صفحہ 109-110)

فتح مکہ کے موقع پر حضرت سعد بن عبادہ کو نبی اکرم ﷺ نے انصار کا جھنڈا دیا ہوا تھا۔ انہوں نے جوش میں آکر یہ نعرہ لگا دیا کہ۔ آج کفار مکہ ذلیل کئے جائیں گے۔ حضور نبی پاک ﷺ نے فوراً انہیں علم برداری کی عزت اور فخر سے محروم کر دیا اور جھنڈا واپس لے کر اعلان فرمایا کہ

”آج کے دن کوئی شخص ذلیل نہیں کیا جائے گا۔“

اس موقع پر اللہ تعالیٰ کے احسانوں کو یاد کرتے کرتے عاجزی اور انکساری سے آپؐ کا سر جھکتے جھکتے کجاوہ سے جا لگا تھا۔

یہ باتیں سننی بھی آسان ہیں اور سینکڑوں سالوں کے بعد کہنی بھی آسان لیکن ان پر عمل وہی پاک وجود کر سکتا ہے جو کسی اور ہی زمین اور آسمان سے تعلق رکھتا ہو۔

جب ملک شام فتح ہوا اور وہاں کی عیسائی آبادی اسلامی حکومت کے ماتحت آگئی۔ تو ایک دن جبکہ صحابیٔ رسول ﷺ حضرت سہل بن حنیفؓ اور قیس بن سعدؓ قادسیہ کے شہر میں کسی جگہ بیٹھے ہوئے تھے کہ ان کے پاس سے ایک عیسائی کا جنازہ گزرا۔یہ دونوں اصحاب اسے دیکھ کر تعظیماً کھڑے ہوگئے۔ایک مسلمان نےجو آنحضرت ﷺ کا صحبت یافتہ نہیں تھا حیران ہو کر ان سے کہا کہ یہ تو ایک عیسائی، ایک ذِمیّ کا جنازہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم جانتے ہیں مگر آنحضرت ﷺ کا یہی طریق تھا کہ آپ ﷺ غیر مُسلِموں کا جنازہ دیکھ کر کھڑے ہو جاتے تھے اور فرماتے تھے کہ کیا اِن میں خدا کی پیدا کی ہوئی جان نہیں ہے۔

(سیرت خاتم النّبیین حصہ دوئم صفحہ 656)

مُغیرہ بن شُعبہ قبول اسلام سے پہلے اپنے ساتھیوں کے ساتھ کسی تجارتی سفر پر روانہ ہوئے۔ راستہ میں اُنہوں نے موقع پا کر اُنہیں قتل کر دیا اور مدینہ بھاگ آئے اور سارا مال نبی پاک ﷺ کے قدموں میں ڈال کر کلمہ پڑھ کر اسلام لے آئے ۔حضور نبی پاک ﷺ نے فرمایااے مغیرہ ”اَمَّا مالك فمالُ غَدرٍ فَلا حَاجَۃَ لَنَا فِیہِ“ کہ تیرا یہ مال دھوکہ سے کمایا گیا ہے۔مُغیرہ ہمیں اِس دھوکے سے کمائے ہوئے مال کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

ایک قبیلہ کا سفیر مدینہ آیا۔ حقِ سفارت ادا کرنے کے بعد اُس

نے مدینہ میں رُکنا چاہا اور اسلام قبول کرنے کی خواہش ظاہر کی آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ سفارت کے آداب کے خلاف ہے پہلے واپس جاؤ۔ اپنا کام مکمل کرو پھر جب چاہو اسلام قبول کر لینا۔

ابوسفیان نے غزوہ احزاب کا بدلہ لینے کے لئے چند قریشی نوجوانوں کو لالچ دے کر نبی کریم ﷺ کے قتل پر آمادہ کیا۔ان میں سے ایک نے حامی بھر لی وہ خنجر چھپا کر مدینہ آیا۔جب نبی پاک ﷺ کی نظر اُس پر پڑی تو دیکھتے ہی فرمایا اِس کی نیت ٹھیک نہیں ہے۔ ایک انصاری رئیس اُسَید بن حُضیر لپک کر اُسے چمٹ گئے اور اُن کے ہاتھ میں اُس کا چھپا ہوا خنجر آ گیا۔اب کیا تھا قریشی نوجوان خوف سے کانپنے لگا اور رونے لگا اور منت کرنے لگا کہ میری جان بخشی کر دی جائے۔حضور نبی پاکؐ نے فرمایا:اگر سچ سچ بتا دو کہ کس نیت سے آئے تھے تو معاف کر دیں گے۔ اُس نے ابو سفیان کے منصوبہ سے آگاہ کیا اور حضورؐ نے اُسے فوراً معاف فرما دیا۔ وہ نوجوان مدینہ میں کچھ دن رہ کر اسلام لے آیا۔

(سیرة خاتم النبیین صفحہ 741)

طائف میں نبی پاک ﷺ سے جو ظالمانہ سلوک کیا گیا تھا اُس سے کون واقف نہیں۔ طائف کے سرداروں نے پتھر مار مار کر آپؐ کو لہولہان کردیا تھا۔فتح مکہ کے بعد غَزوہ حُنَین اور غزوہ طاس ہوئیں تو طائف سے بڑی تعداد میں فوجیں دشمن کی مدد کے لئے آئیں۔ لیکن شکست فاش کے بعد طائف میں اپنے قلعوں میں محصور ہوگئیں۔ نبی پاکؐ نے اُن کا محاصرہ کر لیا۔ چند دن کے محاصرہ کے بعد کسی طرح نبی پاکؐ کو اطلاع ملی کہ دشمن محاصرہ کی شدت سے سخت تکلیف میں ہے اور بھوک نے ان کی ہلاکت کو اُن کے بہت قریب کر دیا ہے۔نبی پاکؐ نے فوراً محاصرہ اُٹھالینے کا فیصلہ فرمایا صحابہؓ نے جنگی اصولوں کے پیشِ نظر عرض کیا کہ حضور ﷺ اب یہ مجبور ہو چکے ہیں اور قلعہ فتح ہونے ہی والا ہے۔ لیکن وہ پاک اور مقدس نبیؐ جو ماں باپ سے بڑھ کر شفیق تھا اِن جانی دشمنوں کو یوں بھوک کے ہاتھوں تڑپتے ہوئے نہ دیکھ سکا۔ آپ ﷺ نے صحابہؓ کے مشورہ کو ردّ کر دیا اور محاصرہ اٹھا کر واپس مکہ تشریف لے گئے۔

فتح مکہ کے بعد طائف سے ایک وفد نبی پاک ﷺ سے ملاقات کے لئے مدینہ آیا۔ ابھی تک یہ سب کے سب بُت پرست اور مشرک تھے۔ حضور نبی پاکؐ نے اُن کیلئے مسجد نبوی کے صحن میں خیمے لگوانے کا حکم دیا۔ بعض صحابہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ یہ مشرک ہیں اور مشرک تو قرآن کریم کی رُو سے نجس یعنی ناپاک ہوتے ہیں۔ (سورة توبہ) اُنہیں مسجد میں ٹھہرانا کہیں مسجد کے تقدس کے خلاف نہ ہو۔ فرمایا ظاہری اعتبار سے وہ بھی اُتنے ہی پاک و صاف ہیں جتنے کہ تم ہو۔ ہاں جہاں قرآن کریم نے اُنہیں نجس قرار دیا ہے صرف اِن معنوں میں کہ قلبِ انسانی محبطِ نزول باری تعالیٰ ہے اور مشرکوں نے اس کی جگہ بُت بٹھا رکھے ہیں۔نبی پاکؐ کی اس وضاحت سے سب صحابہ کے دل اطمینان سے بھر گئے۔

ایک بار حضور نبی کریم ﷺ کے پاس نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد مدینہ میں ملاقات کے لئے آیا۔یہ تبادلہ خیالات مسجد نبوی میں ہو رہے تھے۔ بحث کے دوران، ان کی عبادت کا وقت شروع ہونے پر انہوں نے اجازت مانگی کہ مسجد نبوی سے باہر جاکر کسی جگہ عبادت کر آئیں۔ حضورؐ نے فرمایا یہیں میری مسجد میں اپنے طریق پر عبادت کر لیں۔ یہ عیسائی جب عبادت میں مصروف تھے اور جنوب کی بجائے ان کے منہ مشرق کی طرف تھے تو چند صحابہ مسجد میں پہنچے غالباً ان صحابہ کی نظر اپنے آقاومولیٰؐ پر نہیں پڑی تھی۔ یہ صحابہ ان عیسائیوں کو مختلف سمت میں عبادت کرتے ہوئے دیکھ کر انہیں منع کرنے کے لئے آگے بڑھے تو حضور نبی پاک ﷺ نے سختی کے ساتھ انہیں روک دیا تایہ اُن عیسائیوں کی عبادت میں خلل نہ ڈالیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”یہ مسجد خدا کا گھر ہے اور میں نے ہی اُن کو عبادت کی اجازت دی ہے اور جب کوئی محض اللہ کی عبادت کر رہا ہو تو کسی انسان کا حق نہیں کہ اس میں روک پیدا کرے۔

قارئین کرام! ہم سب جانتے ہیں کہ مسجد نبوی کا کیسا بلند رتبہ ہے۔ اے کاش آج مسلمانوں میں بھی یہ حوصلہ پیدا ہو جائے۔ ہم علیٰ وجہ البصیرت کہہ سکتے ہیں کہ ساری امت مسلمہ میں سوائے جماعت احمدیہ کے آج شائد ہی کسی دوسرے فرقہ کا اس پر عمل ہو۔ اے کاش تمام فرقےاس حسین اسوہ نبوی ﷺ پر عمل پیرا ہوں تا ہمارا معاشرہ کچھ سُکھ کا سانس لے سکے ۔

سن4 ہجری میں حضور نبی اکرم ﷺ نے سینٹ کیتھرین متصل کوہِ سینا کے راہبوں اور عیسائیوں کی درخواست پر ایک امان نامہ لکھ کر دیا۔ انہیں کسی طرح یہ احساس ہو گیا تھا کہ اسلام نے بہر حال غالب آ کر رہنا ہے۔ اُنہوں نے عرض کی کہ جب کبھی بھی اسلام ہمارے علاقہ میں غلبہ حاصل کرے آپ ہمیں ابھی سے لکھ کر دیں کہ ہم اور ہماری خانقاہ (Monastery) مسلمان فاتح قوم کی ہر قسم کی مداخلت سے محفوظ رہیں گے۔ حضور نبی پاک ﷺ نے فوراً یہ درخواست قبول فرما کر تحریر لکھ دی۔ نبی پاکؐ کا اصل فرمان آج بھی ترکی میں محفوظ ہے۔ امان نامہ حضرت معاویہ بن ابو سفیانؓ نے تحریر کیا اور اُس پر 32افراد کے بطور گواہان دستخط ہیں۔ ان دستخط کنندگان میں خلفائے راشدین کے علاوہ صحابہ کبار شامل ہیں۔

(سیاسی وثیقہ جات معہ اردو ترجمہ ڈاکٹر محمد حمید اللہ حیدر آبادی طبع اول 1960ء)

نبی پاک ﷺ نے اس میں حکم دیا کہ

- اس خانقاہ کی جائیداد پر کسی اور کا حق نہیں۔
- ان کی صلیب اور دیگر مذہبی شعائر کی کوئی توہین نہیں کرے گا۔
- ان کے راہب اور پادری اپنے مناصب پر کام کرتے رہیں گے۔
- نہ ان کی عبادت گاہوں میں کوئی مداخلت کرے نہ انہیں مساجد میں تبدیل کیا جائے۔
- کسی نصرانی کو مسلمان ہونے پر مجبور نہ کیا جائے۔
- ان کی عورتوں اور لڑکیوں سے ان کی رضامندی کے بغیر کوئی شادی نہ کرے۔
- ان کی عبادت گاہوں اور خانقاہوں کی مرمت کے لئےضرورت ہو تواسلامی مملکت مالی مدد کرے۔

ایک بار ایک بدو پہلی بار مسجد نبوی میں وارد ہوا۔ مسجد میں ساری جگہ صفیں تو بچھی نہیں تھیں۔ اُسے پیشاب آیا وہ مسجد کے ایک کونے میں خالی جگہ دیکھ کر پیشاب کرنے لگا۔ صفائی کے نکتہ نظر سےمسلمان جوتے بھی مسجد کے باہر ہی اُتاردیتے ہیں۔ مسجد کے اندر نماز کی جگہ پیشاب کرنا تو برداشت سے باہر تھا۔ صحابہ کرامؓ مسجد کی اس توہین پر سخت برافروختہ ہوئے اور ان میں سے بعض اُس بدو کی طرف لپکے۔نبی پاک ﷺ نے صحابہ کو فوراً روک دیا اور جب وہ بدو آرام سے فارغ ہو گیا تو آپ نے پانی کی ایک مشک خود اٹھائی اور اس جگہ کو خود پانی بہا کر صاف کر دیا۔ پھر آپ ﷺ صحابہ کی طرف متوجہ ہوئے اور اُن کو فرمایا :۔

”تمہیں خدا تعالیٰ نے لوگوں کے لئے دکھوں اور مصیبتوں میں اضافہ کے لئے پیدا نہیں کیا بلکہ اس لئے پیدا کیا ہے کہ انسانیت کو سُکھ کا سانس ملے۔“

قارئین! ڈنمارک کے کارٹونوں سے نبی پاک ﷺ اور اسلام کے خلاف یہ تاثر دیا گیا کہ نعوذ باللہ نبی پاک ﷺ اپنی توہین برداشت ہی نہیں کر سکتے تھے۔ خاکسار اس اعتراض کے جواب میں صرف ایک واقعہ بیان کرے گا۔

عبداللہ بن ابی بن سلول رئیس المنافقین تھا اور قبیلہ خزرج کا سردار تھا۔ مدینہ میں نبی پاک ﷺ کی ہجرت سے قبل اس کے لئے باقاعدہ لڑیوں کا تاج بنایا گیا اور اس کی رسم تاج پوشی کی تیاریاں مکمل ہو چکی تھیں۔ تاج پوشی سے ذرا پہلے نبی پاکؐ کا وَرودِ مسعود مدینہ میں ہوا اور آپؐ سب لوگوں کی توجہ کا مرکز بن گئے۔ اس وجہ سے عبد اللہ بن ابی بن سلول کے سینہ میں آگ لگ گئی اور دل ہی دل میں نبی پاک ﷺ کے خلاف منصوبے بنانے لگا۔ یہ بد بخت بہت سی کنیزیں اور لڑکیاں اپنے پاس رکھتا اور ان سے زبردستی پیشہ یعنی حرام کاری کرواتا تھا۔

(سیرت حلبیہ اردو جلد دوئم نصف اول صفحہ 312)

واقعہ افک میں بھی حضرت عائشہؓ ام المومنین پر الزام لگانے میں یہی شخص پیش پیش تھا۔ در اصل در پردہ اس کا یہ خلافت پر پہلا حملہ تھا۔ اسے احساس تھا کہ حضرت ابو بکرؓ کا نبی پاک ﷺ اور مسلمانوں کی نظر میں کیسا مقام ہے اور یہ کہ نبی پاک ﷺ کے بعد مسلمان صرف حضرت ابو بکرؓ کے ہاتھ پر جمع ہوں گے۔ غزوہ بنو مصطلق 6ھ میں ہوا۔ سید نا حضرت فضل عمرؓ نے تفسیر کبیر میں تفصیل سے اس واقعہ کا ذکر کیا ہے کہ کس طرح بنو مصطلق کے غزوہ سے واپسی پر اُس نے ایک خطرناک سازش کی۔

حضور تحریر فرماتے ہیں :۔

”رسولِ کریم ﷺ نے جب بنو مصطلق پر لشکر کشی کی تو وہاں انصار اور مہاجرین میں کنوئیں سے پانی نکالنے پر جھگڑا ہو گیا اور اُس جھگڑے نے اس قدر طول کھینچا کہ انصار اور مہاجرین نے تلواریں نکال لیں اور وہ ایک دوسرے سے لڑائی پر آمادہ ہو گئے۔ عبداللہ بن ابی سلول نے اس موقع کو غنیمت سمجھا۔چنانچہ وہ آگے بڑھا اور اُس نے کہا۔

اے انصار! یہ تمہاری ہی غلطیوں کا نتیجہ ہے کہ آج تمہیں یہ دن دیکھنا پڑا۔ میں تمہیں پہلے ہی سمجھاتا تھا کہ تم ان مہاجرین کو سر نہ چڑھاؤ ورنہ کسی دن تکلیف اُٹھاؤ گے مگر تم نے میری بات نہ مانی۔ اب خدا کا شکر ہے کہ تمہیں بھی اس حقیقت کا احساس ہوا۔ مگر گھبراؤ نہیں اور مجھے مدینہ پہنچ لینے دو۔ پھر دیکھو کہ مدینہ کا سب سے معزز انسان یعنی وہ کمبخت خود مدینہ کے سب سے زیادہ ذلیل انسان یعنی نعوذ باللہ محمد رسول للہ ﷺ کو وہاں سے نکال دے گا اور یہ فتنہ پھر کبھی سر نہیں اُٹھائے گا۔ جب اُس نے یہ الفاظ کہے تو انصار اور مہاجرین دونوں سمجھ گئے کہ ہمارے جوش سے اس نے ناجائز فائدہ اٹھانا چاہا ہے چنانچہ وہ سنبھل گئے اور انہوں نے آپس میں صلح کر لی۔ مگر اس دوران میں کسی نے دوڑ کر رسول کریم ﷺ کو اطلاع کر دی کہ یا رسول اللہ ﷺ عبداللہ بن ابی ابن سلول نے آج اِس اِس طرح کہا ہے آپؐ نے عبد اللہ بن ابی سلول اور اس کے دوستوں کو بلایا اور فرمایا کہ کیا بات ہوئی ہے۔ انہوں نے اس واقعہ سے بالکل انکار کر دیا اور کہا یہ بالکل غلط بات ہے۔ ایسا کوئی واقعہ ہوا ہی نہیں لیکن بات سچی تھی پھیلنی شروع ہوئی اور عبداللہ کے بیٹے تک بھی یہ بات جا پہنچی کہ آج اُس کے باپ نے ایک جھگڑے کے موقع پر یہ کہا ہے کہ مجھے مدینہ پہنچ لینے دو پھر وہاں کامعزز ترین انسان یعنی وہ خود۔ مدینہ کے ذلیل ترین انسان یعنی نعوذ باللہ محمد ﷺ کو وہاں سے نکال کر رہے گا۔ وہ ایک مخلص نوجوان تھا وہ یہ سنتے ہی بیتاب ہو گیا اور اُسی وقت نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پہنچا اور کہنے لگا یا رسول اللہؐ میں نے سُنا ہے کہ آج

میرے باپ نے یہ الفاظ کہے ہیں رسول کریم ﷺ نے فرمایا۔ ہاں میرے پاس بھی رپورٹ پہنچ چکی ہے۔ اُس نے کہا یا رسول اللہؐ اس جرم کی سزا اور کیا ہوسکتی ہے کہ آپ میرے باپ کو قتل کرنے کا حکم دے دیں مگر یا رسول اللہؐ میں یہ درخواست کرنے کے لئے حاضر ہوا ہوں کہ اگر آپؐ میرے باپ کے قتل کا حکم نافذ فرمائیں تو کسی اور کو قتل کا حکم نہ دیں بلکہ مجھے حکم دیں کہ میں اپنے باپ کو قتل کروں۔ کیونکہ اگر آپؐ نے کسی اور مسلمان کو حکم دیا اور اُس نے میرے باپ کو قتل کر دیا تو ممکن ہے کہ شیطان کسی وقت مجھے ورغلاوے کہ یہ میرے باپ کا قاتل ہے اور میں جوش میں اُس پر حملہ کر بیٹھوں۔ اس لئے آپؐ کسی اور کو حکم دینے کے بجائے مجھے ہی یہ حکم دیں کہ میں اپنے ہاتھ سے ہی اپنے باپ کو قتل کر دوں۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہمارا ایسا کوئی ارادہ نہیں ہے۔ ہم اُسے کوئی سزا دینا نہیں چاہتے۔ اُس نے کہا یا رسول اللہؐ یہ ٹھیک ہے کہ آپ اس وقت اُسے کوئی سزا نہیں دینا چاہتے۔ لیکن اگر پھر کسی وقت اُسے سزا دینا مناسب سمجھیں تو میری درخواست ہے کہ آپؐ رحم فرما کر مجھے ہی حکم دیں کہ میں اپنے باپ کو قتل کر دوں۔ رسول کریم ﷺ نے پھر فرمایا کہ ہمارا اُسے سزا دینے کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔ ہم تمہارے باپ کے ساتھ نرمی اور ملاطفت کا ہی سلوک کریں گے۔ وہ وہاں سے اُٹھا اور خاموشی کے ساتھ چلا آیا مگر اُس کا دل اِن الفاظ کی وجہ سے جل رہا تھا اور اُسے کسی پہلو قرار اور اطمینان نہیں آتا تھا۔ جب لشکر مدینہ کی طرف واپس لوٹا اور عبد اللہ بن ابی ابن سلول اندر داخل ہونے لگا تو اُس کا بیٹا اپنی سواری سے کود کر اپنے باپ کے سامنے جا کھڑا ہوااور اُس نے تلوار اپنی میان سے نکال لی اور باپ سے کہا۔ تمہیں یاد ہے تم نے وہاں کیا الفاظ کہے تھے تم نے کہا تھا کہ مدینہ کا معزز ترین انسان میں ہوں اور مدینہ کا ذلیل ترین انسان نعوذ باللہ محمدرسول اللہ ﷺ ہیں۔ خدا کی قسم میں تمہیں اُس وقت تک مدینہ میں داخل نہیں ہونے دوں گا جب تک تم میرے سامنے یہ اقرار نہ کر لو کہ مدینہ کا ذلیل ترین انسان میں ہوں اور مدینہ کا معزز ترین انسان محمد رسول اللہ ﷺ ہے۔ ورنہ میں اسی تلوار سے تمہارا سر اڑا دوں گا۔ عبداللہ نے جب یہ نظارہ دیکھا کہ اس کا بیٹا اس کے سامنے تلوار لے کر کھڑا ہے اور وہ کہتا ہے کہ کہو میں مدینہ کا ذلیل ترین انسان ہوں اور محمد رسول اللہ ﷺ مدینہ کے معزز ترین انسان ہیں تو اس کا دل لرز گیا اور اس نے سمجھ لیا کہ اگر آج میں نے یہ الفاظ نہ کہے تو میرے بیٹے کی تلوار میرا خاتمہ کئے بغیر نہ رہے گی۔ چنانچہ اس نے اپنے تمام دوستوں اور ساتھیوں کے سامنے جن میں وہ اپنی بڑائی کے گیت گایا کرتا تھا اقرار کیا کہ میں مدینہ کا ذلیل ترین انسان ہوں اور محمد رسول اللہ ﷺ مدینہ کے معزز ترین انسان ہیں اور پھر اس نے اپنے باپ کو شہر میں داخل ہونے کے لئے راستہ دیا۔

(تفسیر سورہِ مریم ،تفسیر کبیر جلد5صفحہ 354)

کچھ عرصہ بعد عبداللہ بن ابی بن سلول فوت ہو گیا تو حضور نبی پاک ﷺ نے خود اس کی نماز جنازہ پڑھانے کا اظہار فرمایا۔ چونکہ یہ شخص منافقوں کے سردار کے طور پر مشہور ہو چکا تھا اور علی الاعلان نبی پاکؐ کی مخالفت میں پیش پیش تھا جب کبھی غلطی کرتا اور لوگ اسے معافی مانگنے کے لئے کہتے تو جواب دیتا مجھے محمدؐ کی دعاؤں کی ضرورت نہیں ہے۔

(سیرت النبیؐ کامل ابن ہشام جلد دوئم صفحہ 112)

حضرت عمرؓبیان فرماتے ہیں کہ

جب حضور نبی اکرمؐ اُس کی نماز جنازہ پڑھانے کے لئے کھڑے ہوئے تو میں نبی پاک ﷺ کے سامنے کھڑا ہوا اور عرض کیا، یا رسول اللہؐ ! کیا آپؐ اِس دشمنِ خدا کی نماز پڑھا رہے ہیں جس نے فلاں روز یہ کہا اور فلاں روز یہ کہا تھا۔ میں اس کے سارے واقعات بیان کرنے لگا اور حضور پاکؐ تبسم فرماتے رہے۔ اور یہی فرمایا ہاں عمرؓ میں ہی اس کا جنازہ پڑھاؤں گا۔حضرت عمر نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا ایسے ہی منافقوں کے بارہ میں خدا تعالیٰ نے سورہ توبہ میں یہ نہیں فرمایا کہ اِسۡتَغۡفِرۡ لَهُمۡ اَوۡلَا تَسۡتَغۡفِرۡ لَهُمۡ اِنۡ تَسۡتَغۡفِرۡ لَهُمۡ سَبۡعِيۡنَ مَرَّةً فَلَنۡ يَّغۡفِرَ اللّٰهُ لَهُمۡ یعنی اے رسول تم چاہے منافقوں کے لئے مغفرت کی دُعا کرو یا نہ کرو ۔ اور اگر تم ان کے لئے ستر مرتبہ بھی مغفرت کی دعا کرو گے تو پھر بھی ہر گز اللہ ان کو نہ بخشے گا۔ (توبہ:80)

رحمت عالم ﷺ نے فرمایا : ’’اے عمر ! اگر مجھ کو معلوم ہو جائے کہ ستر مرتبہ سے زیادہ دعائے مغفرت کرنے سے خدا ان کو بخش دے گا تو میں ستر مرتبہ سے زیادہ ان کے لئے مغفرت کی دعا کروں گا۔ ‘‘

حضرت عمرؓ کہتے ہیں پھر نبی اکرمؐ نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی اور قبر پر بھی تشریف لے گئے اور مجھ کورسول اللہ ﷺ کے ساتھ اس جرأت اور دلیری کرنے سے تعجب تھا ۔

(سیرت النبی ﷺ کامل ابن ہشام جلد دوئم صفحہ 355)

ایک روایت ہے کہ نبی پاکؐ نے اپنا قمیص مبارک بھجوایا اور فرمایا ’’اسے غسل دینے کے بعد میرے قمیص میں دفنایا جائے شائد اسی سے اس کی بخشش ہوجائے۔‘‘

قارئین کرام!اب خاکسار چند واقعات کی روشنی میں اس گھناؤنے اعتراض کا جواب دے گا کہ نعوذ باللہ حضور نبی پاک ﷺ عورتوں کے دلدادہ تھے۔ آئیے اس اعتراض کے جواب سے پہلے عرب معاشرہ اور اسلام سے پہلے کے مذاہب میں شادیوں کے رواج سے متعلق جائزہ لیں۔

اسلام سے قبل عرب معاشرہ میں بیویاں کرنے کی کوئی حدبسط مقرر نہ تھی۔عرب معاشرہ میں بدکاری اور زناکاری عروج پر تھی۔ عرب اس پر ندامت تو دور کی بات اِن افعال قبیحہ پر فخر کرتے۔ اپنے اشعار کے ذریعہ اِشاعتِ فحشاء پر ناز کرتے۔شراب اور سخت نشیلی ڈرگز کا استعمال عام تھا اور پھر مدہوشی میں مخالفوں کی بہو بیٹیوں کے بارہ میں مزے لے لے کر فخریہ قصے بیان کرتے۔ لونڈیاں کثرت سے رکھتے اور ان کے ذریعہ بدکاری کی آمدنی کو اچھا سمجھتے تھے۔جو عورت بھی جنگ میں پکڑی جاتی اُس سے یہی پیشہ کرواتے تھے۔جس بیوہ عورت پر مُتوَفّی شوہر کا قریبی رشتہ دار اپنی چادر ڈال دیتا وہی زبردستی اس کی بیوی بنادی جاتی۔سوتیلے بیٹے اِس طریق پر سوتیلی ماؤں پر قبضہ کر لیتے تھے۔ عورتیں بے حجاب اپنے جسم کے مخفی حصوں کی نمائش کرتیں۔جو خاندان شریف سمجھے جاتے وہ لڑکیوں کو زندہ دفن کر دیتے تھے اور اس پر فخر کرتے گویا یہ اِن کی اعلیٰ شرافت کا نشان تھا۔

(رحمۃ للعالمین حصہ سوئم صفحہ 625)

جناب قاضی محمد سُلمان اپنی تالیف رحمۃ للعالمین حصہ سوئم صفحہ 891 پر لکھتے ہیں۔

معترضین کے پاس اس کے خلاف دلیل صرف یہ ہے کہ اسلام نے ایک سے زیادہ عورت کو بیوی بنا لینے کی اجازت دی ہے۔مگر غور تو کرو ، کہ داؤدؑ کو خدا کا اکلوتا بیٹا(زبور۔10) کہنے والے اور اس کی سو بیویوں تھیں۔پھرسلیمانؑ کو خدا کا سادل والا بتانے والے اس کی ایک ہزار بیویوں پر، ابراہیمؑ کو خلیل الرحمٰن ماننے والے اس کی بیویوں اور لونڈیوں پر، کرشن جی مہاراج کو اوتار ماننے والے ان کی سولہ ہزار ایک سو آٹھ سکھیوں پر اور ان کو ریفامر اعظم ماننے والے زمانہ حال کے لیڈر ان کی آٹھ مہارانیوں پر کوئی اعتراض زبان سے نہیں نکالتے، تو پھر ان کا کیا حق ہے کہ اسلام پر ایک سے زائد بیوی کرنے پر اعتراض کریں۔ ہم نے محترم ہستیوں کے نام لئے ان کے مذہب میں ایک سے زائد بیوی کرنے کے لئے کوئی ایسی شرط موجود نہیں، جس کا فقدان ان کو ایک سے زیادہ بیوی کرنے کے لئے روک بن سکے مگر اسلام میں شرطِ عدل موجود ہے۔

اور اس شرط کے فقدان پر احتمالِ فقدان کی حالت پر بھی فَوَاحِدَةً کا ارشاد موجود ہے، کیا کوئی مذہب ہے، جو اپنی کتاب پاک میں فَوَاحِدَةً کا ہم معنی لفظ نکال کر دکھاوے۔ کوئی مذہب ہے جو مسیح یا موسیٰؑ یا کرشن یا رامؑ چندر کے منہ سے نکلی ہوئی بات فَوَاحِدَةً کے معنی ثابت کردے۔اگر نہیں اور یقیناً نہیں، تب اس کو اقرار کرنا چاہئے کہ یہ بھی اسلام ہی کی خصوصیات میں سے ہے اور ایک بیوی والے جس قانون پر یورپ کو فخر ہے، وہ بھی قرآن مجید ہی کے ایک حکم کا خلاصہ اور ناقص خلاصہ ہے۔

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیراحمد تحریر فرماتے ہیں کہ مشہور معاند اسلام مستشرق مار گولیئس سڈنی Morgolius Sydneyنے اپنی کتاب ’’محمدؐ‘‘ میں اعتراف کیا ہے کہ بیشتر یورپین مصنفین کی نظر میں نبی پاک ﷺ کی شادیاں نفسانی خواہشات پر مبنی تھیں لیکن یہ اعتراض سراسر غلط اور بے بنیاد ہے۔ آپؐ کی اکثر شادیاں عرب کے قبائل کو اسلام سے قریب لانے کے لئے، اپنے بعض اصحاب کی دلجوئی کے لئے اور بعض بے آسرا خواتین کی سر پرستی کے لئے تھیں اور بعض شادیاں اولاد نرینہ کے حصول کے لئے تھیں۔

(سیرت خاتم النبین صفحہ 445)

حضور نبی اکرم ﷺ کی تمام ازواج مطہرات میں سے صرف حضرت عائشہؓ اور حضرت ماریہ قبطیہؓ کنواری تھیں باقی سب کی سب یا بیوہ یا مُطلَّقہ تھیں۔

عرب جیسے آزاد معاشرہ میں جہاں شادیاں چھوٹی عمر میں کر دی جاتی تھیں۔ نبی پاک ﷺ نے ابتدائی 25 سال کمال تقویٰ کے ساتھ تجرد کی حالت میں گزارے۔ آپؐ سارے عرب میں سردار حُسن کا شاہکار سمجھے جاتے تھے ۔ شادی کی تو ایسی خاتون کے ساتھ جو حضورؐ سے عمر میں نہ صرف 15 سال بڑی تھیں بلکہ پہلے سے دو بار بیوہ ہو چکی تھیں اور حضورؐ نے اُن کے ساتھ اپنی 25 سے 50 سال تک کی عمر کا زمانہ نہایت وفا کے ساتھ گزارا۔ جب حضرت خدیجہؓ کی وفات ہوئی تو وہ 65 برس کی ہو چکی تھیں اور نبی پاک ﷺ اپنی وفات تک ہمیشہ حضرت خدیجہ کی محبت اور قربانیوں کا ذکر فرماتے رہے۔ کیا یہ کسی نفس پرست، عورتوں کے دلداہ وجود کی حالت ہے یا ایک بے مثال وفا شعار عارف ربانی اور عشق خدا میں مخمور وجود کی سیرت طیبہ کا قابل تقلید نمونہ ہے۔

حضور نبی پاک ﷺ کی دوسری شادی حضرت سودہؓ سے ہوئی۔ حضرت سودہؓ بنت زمعہ بن قَیس حضور کے ایک خادم حضرت سکران بن عمرکی بیوہ تھیں۔ میاں بیوی نے کفار کے انتہائی مظالم سے تنگ آ کر حبشہ کی طرف ہجرت کی جہاں سکران بن عمر فوت ہو گئے۔ حضرت سودہؓ کی عمر 50 سال کی ہو چکی تھی۔ گویا شادی کی عمر سے گزر چکی تھیں یہ مسلمانوں کی انتہائی تنگی کے حالات تھے۔ حضرت سودہؓ بےسہارا ہو چکی تھیں ان کے سہارے کے لئے نبی پاکؐ نے ان سے شادی کی۔

حضور پاک کی تیسری شادی حضرت عائشہؓ سے ہوئی۔ حضرت عائشہؓ نبی پاک کی وفات کے بعد 48 سال تک زندہ رہیں اور ہمیشہ رسولِ کریم ﷺ کی محبت اور احسان اور عبادات کا تذکرہ کرتی رہیں اور کبھی بھی حرف شکایت آپ ﷺ کے منہ پر نہ آیا۔

نبی پاک کی اکثر شادیاں 5ھ تا 9ھ کی درمیانی مدت میں ہوئیں جبکہ آپ زندگی کے 55سال گزار چکے تھے۔ آپ ﷺ فرماتے تھے۔ ”مَالِي فِي النِّسَاءِ حَاجَةٌ“ کہ مجھے اپنی ذات کے لئے عورتوں کی کوئی حاجت نہیں۔ اُس کے باوجود آپ ﷺ کا مزید شادیاں کرنا ضرور کوئی، مصالح رکھتا ہے جن میں سے چند ایک کا خاکسار ذکر کر کے اپنی معروضات ختم کرے گا۔

حضرت ام المومنین صفیہؓ کے نکاح سے قبل جس قدر لڑائیاں مسلمانوں کے ساتھ کفار نے کیں ان سب میں یہود مخفی طور پر یا اعلانیہ شریک تھے مگر حضرت صفیہؓ کے ساتھ شادی کے بعد کسی ایک لڑائی میں بھی یہود مسلمانوں کے خلاف شریک نہیں ہوئے۔ خود غور کیجئے یہ شادی قومی مصالح کے لئے کس قدر ضروری تھی۔ حضرت صفیہؓ سے شادی کے وقت نبی پاک 59 برس کے تھے۔

حضرت اُم حبیبہؓ ابو سفیانؓ کی دختر تھیں۔ آپ عبدا للہ بن جحشؓ کی بیوہ تھیں اس شادی سے قبل ابو سفیان غزوہ احد، حمراء الاسد، بدرالاُخریٰ اور غزوہ احزاب میں لشکرِ کفار کی کمان کرتے ہوئے نظر آتے ہیں لیکن اس شادی کے بعد وہ کسی جنگ میں مسلمانوں کے خلاف فوج کشی کرتے ہوئے نظر نہیں آئے اور تھوڑے ہی عرصہ کے بعد خود بھی اسلام کے جھنڈے تلے آ کر پناہ لے لیتے ہیں۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ نکاح غیر ضروری تھا۔

حضرت اُم المومنین جُوَیْرِیہؓ بنت حارث بن اَبِی ضرار کی پہلی شادی مسافع بن صفوان سے ہو چکی تھی۔ ان کا باپ مشہور رہزن تھا اور مسلمانوں سے دلی عداوت رکھتا تھا۔ بنو مصطلق کا مشہور طاقتور جنگ جُو قبیلہ جو متعدد قبائل پر مشتمل تھا ہمیشہ اُس کے اشارہ پر ہر جنگ میں مسلمانوں کے خلاف برسرِ پیکار رہا۔ لیکن جونہی حضور پاک ﷺ نے اُنہیں آزاد کر کے ان کی رضا مندی سے اُن کے ساتھ شادی کی تمام قبیلہ سب دشمنیاں بھول گیا۔ قزاقی چھوڑ دی اور مسلمانوں کے خلاف کسی جنگ میں شریک نہ ہوا ۔ انصاف سے بتائیں کہ یہ نکاح کس قدر مفید ثابت ہوا۔ حضور نبی پاک کی عمر اس وقت 57 سال کی تھی۔

حضرت میمونہؓ اُم المومنین کی ایک بہن سردار نجد کے گھر میں تھیں۔ اہل نجد ہی وہ ظالم تھے جنہوں نے دھوکے سے 70 واعظانِ دین کو اپنے ملک میں لے جا کر شہید کر دیا تھا۔ کئی بار اُنہوں نے نقصِ امن اور فساد انگیزی کی۔ لیکن حضرت میمونہؓ کے ساتھ شادی کے بعد ملک نجد میں صلح، امن اور اسلام پھیلانے کے بہترین مواقع پیدا ہوگئے۔ حضرت میمونہؓ کے ساتھ شادی حضور نبی پاکؐ نے 59 برس کی عمر میں کی حضرت میمونہ اس وقت 36 سال کی تھیں اور حضور ﷺ کی زوجیت میں صرف 4 سال تک رہیں۔

حضرت زینبؓ بن جحش، حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ کے نکاح خالص اسلامی اغراض اور مصالح دینی پر مبنی تھے۔ حضرت زینبؓ کے نکاح کے ساتھ عربوں کی متبنّٰی بنانے کی رسم کا طلسم پاش پاش ہو گیا۔

حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ کے ساتھ نکاح کے نتیجہ میں حفاظتِ قرآن کریم اور تعلیم نِسواں کے قومی مقاصد حاصل ہوئے اسی طرح دونوں اُمہات المومنینؓ کو خلافت ابوبکر صدیق اور خلافت عمر فاروق رضی اللہ عنھما کے دوران حضور نبی پاک ﷺ کی تربیت کے نتیجہ میں عظیم الشان خدمات کی توفیق عطا ہوئی۔

(رحمۃ للعالمین حصہ دوئم صفحہ 357)

مختصر یہ کہ حضور نبی پاک ﷺ کی سب شادیاں بے شمار قومی اور دینی مصالح کے لئے تھیں۔

سیدنا حضرت مسیح موعودؑ تعدد اِزدواج پر اعتراض کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

شریعت حقّہ نے اس کو ضرورت کے واسطے جائز رکھا ہے۔ ایک لائق آدمی کی بیوی اگر اس قسم کی ہے کی اس سے اولاد نہیں ہو سکتی تو وہ کیوں بے اولاد رہے اور اپنے آپ کو بھی عقیم بنا لے۔ ایک عمدہ گھوڑا ہوتا ہے تو اس کی نسل بھی قائم رکھنے کی کوشش کی جاتی ہے انسان کی نسل کو کیوں ضائع کیا جاوے۔ پادری لوگ دوسری شادی کو زنا کاری قرار دیتے ہیں تو پھر پہلے انبیاء کی نسبت کیا کہتے ہیں۔ حضرت سلیمانؑ کی کہتے ہیں کئی سو بیویاں تھیں اور ایسا ہی حضرت داؤدؑ کی تھیں۔ اگر نعوذ باللہ عیسائیوں کے قول کے مطابق ایک سے زیادہ نکاح سب زناہیں تو حضرت داؤد کی اولاد سے ہی ان کا خدا بھی پیدا ہوا ہے (یعنی حضرت یسوع مسیحؑ مضمون نگار) تب تو یہ نسخہ اچھا ہے اور بڑی برکت والا طریق ہے۔

(ملفوظات ۔ جلد دہم صفحہ 236)

ایک احمدی کے بعض سوالوں کے جواب دیتے ہوئے حضور علیہ السلام نے تعدّدِ اِزدواج سے متعلق سیر حاصل بحث فرمائی اُس کا خلاصہ یہ ہے۔

- اگر انسان کو پورا علم ہو کہ عدم مساوات سے خدا تعالیٰ کس قدر ناراض ہوگا تو شائد وہ ساری عمر رنڈوا رہنے کو ترجیح دے گا۔
- اگر انسان اپنے نفس کا مَیلان اور غلبۂ شہوات کی طرف دیکھے اور اس کی نظر بار بار خراب ہوتی ہو تو زنا سے بچنے کے لئے دوسری شادی کر لے لیکن پہلی بیوی کے حقوق تلَف نہ کرے کیونکہ جوانی کا بہت سا حصہ اُس نے اُس کے ساتھ گزارا ہوتا ہے اور ایک گہرا تعلق خاوند کا اُس کے ساتھ ہوتا ہے۔
- اگر مرد کو دوسری شادی کی ضرورت ہو لیکن وہ یہ دیکھے کہ اس سے پہلی بیوی کو سخت صدمہ ہوگا اور حد درجہ کی اُس کی دل شکنی ہوگی تو قربانی دے اور ایک ہی بیوی کو کافی سمجھے اور دوسری شادی نہ کرے بشر طیکہ اُسے یہ ڈر نہ ہو کہ اُس کی وجہ سے وہ معصیت میں مبتلا ہو کر کسی جائز شرعی ضرورت کا خون نہیں کرے گا۔
- صرف نفسانی لذت کے لئے دوسری شادی کرنا گناہ ہے۔
- آنحضرت ﷺ کی کئی بیویاں تھیں مگر اس کے باوجود آپ ساری ساری رات خدا تعالیٰ کی عبادت میں گزار تے تھے۔ ایک بار آپؐ کی باری حضرت عائشہ صدیقہؓ کے ہاں تھی۔ کچھ حصہ رات کا گزر گیا تو حضرت عائشہؓ کی آنکھ کھلی اور دیکھا کہ آپ وہاں موجود نہیں ہیں۔ انہیں شبہ ہوا کہ کہیں کسی دوسری بیوی کے ہاں ہوں گے۔ انہوں نے حضورؐ کو ہر گھر میں تلاش کیا بالآخر دیکھا کہ آپ قبرستان میں سجدہ کی حالت میں رو رہے ہیں۔ اب دیکھو آپؐ زندہ اور چہیتی بیوی کو چھوڑ کر مردوں کی جگہ قبرستان میں گئے اور رو تے رہے۔ تو کیا آپ کی بیویاں حَظِّ نَفس یا اِتّبَاعِ شہوت کی بناء پر ہو سکتی ہیں ؟ ہر گز نہیں۔
- آخری نصیحت ہماری یہی ہے کہ اسلام کو اپنی عیاشیوں کے لئے سِپَر نہ بناؤ کہ آج ایک حسین عورت نظر آئی تو اُسے کر لیا اور کل کوئی اور نظر آئی تو اُسے کر لیا۔ اگر صحابہ کرام عورتیں کرنے والے اور انہیں میں مصروف رہنے والے ہوتے تو اپنے سر جنگوں میں کیوں کٹواتے۔ جو شب و روز عیش و عشرت میں غرق رہتا ہے وہ کب ایسا دل لا سکتا ہے۔

(ملفوظات جلد 7 صفحہ 63)۔(تقریر جلسہ سالانہ جرمنی 2006ء)

****

بقیہ از صفحہ 4۔ رؤیت ہلال

ہرگز اعتبار نہ کرو) اور آنکھیں بند رکھو کیونکہ ظاہر ہے کہ خواہ نخواہ اعمال دقیق نجوم کو عوام الناس کے گلے کا ہار بنانا یہ ناحق کا حرج اور تکلیف مالا یطاق ہے۔ (بلاوجہ اسی بات پہ عمل کرنا کہ کیونکہ ہمیں اندازے یہ بتا رہے ہیں اس لئے اس کے علاوہ ہم اور کچھ نہیں کریں گے یہ بلا وجہ کی ایک تکلیف ہے۔) فرمایا کہ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ ایسے حسابوں کے لگانے میں بہت سی غلطیاں واقع ہوتی رہتی ہیں۔ سو یہ بڑی سیدھی بات (ہے) اور عوام کے مناسب حال ہے کہ وہ لوگ محتاج منجم و ہیئت دان نہ رہیں (یعنی صرف ستاروں اور اجرام فلکی کا علم رکھنے والوں کے محتاج نہ رہیں) اور چاند کے معلوم کرنے میں کہ کس تاریخ نکلتا ہے اپنی رؤیت پر مدار رکھیں۔ صرف علمی طور پر اتنا سمجھ رکھیں کہ تیس کے عدد سے تجاوز نہ کریں۔ (چاند کو دیکھنا ضروری ہے۔ اگر دیکھنے کی کوشش کی جائے اور نظر نہ آئے تو پھر جو حساب کتاب ہے اس پہ بھی انحصار کیا جا سکتا ہے اور اس بات پہ بھی انحصار ہو کہ 30 دن سے زیادہ اوپر نہ جائیں۔ اور فرمایا کہ (اور یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ حقیقت میں عندالعقل رؤیت کو قیاسات ریاضیہ پر فوقیت ہے۔) عقل بھی یہ کہتی ہے کہ جو آنکھوں سے دیکھنا ہے اس کو صرف حسابی اندازے جو ہیں ان اندازوں پر بہرحال فوقیت ہے۔) فرمایا کہ آخر حکمائے یورپ نے بھی جب رؤیت کو زیادہ تر معتبر سمجھا تو اس نیک خیال کی وجہ سے بتائید قوت باصرہ طرح طرح کے آلات دوربینی و خوردبینی ایجاد کئے۔

(سرمہ چشم آریہ، روحانی خزائن جلد 2 صفحہ 192-193)

جو یورپ کے پڑھے لکھے لوگ ہیں، عقلمند لوگ ہیں، سائنسدان ہیں انہوں نے اس بات کو معتبر سمجھتے ہوئے کہ دیکھنا جو ہے وہ بہرحال زیادہ اعلیٰ چیز ہے، اس خیال کی وجہ سے اپنے آلات بنائے ہیں۔ دُوربینیں بنائی ہیں جن کے ذریعہ سے وہ اجرام فلکی کو دیکھتے ہیں۔ جیسا کہ میں نے کہا بعض دفعہ حساب میں غلطی بھی ہو سکتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی فرمایا اور اگر غلطی ہو جائے مثلاً اگر چاند ایک دن پہلے نظر آنا ثابت ہو جائے تو پھر کیا کیا جائے کیونکہ اس کا مطلب ہے ایک روزہ چھوٹ گیا۔ ہم نے ایک دن بعد شروع کیا اور چاند اس سے پہلے نظر آ گیا اور ثابت بھی ہو گیا کہ نظر آ گیا تھا۔ اس بارے میں ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں سوال پیش ہوا۔ سیالکوٹ سے ایک دوست نے دریافت کیا کہ یہاں چاند منگل کی شام کو نہیں دیکھا گیا بلکہ بدھ کو دیکھا گیا ہے جبکہ رمضان بدھ کو شروع ہو چکا تھا۔ عام طور پر اس علاقے میں ہر جگہ اس واسطے پہلا روزہ جمعرات کو رکھا گیا۔ اس نے پوچھا کہ روزہ تو بدھ کو رکھا جانا چاہئے تھا۔ ہمارے ہاں پہلا روزہ جمعرات کو رکھا گیا۔ اب کیا کرنا چاہئے؟ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ اس کے عوض میں ماہ رمضان کے بعد ایک روزہ رکھنا چاہئے۔ (ملفوظات جلد 9 صفحہ 437۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)۔ جو روزہ چھوٹ گیا وہ رمضان کے بعد پورا کرو۔“

(خطبہ جمعہ 3جون2016ء)

****

حافظ مظفر احمد

وبائی بیماری سے بچنے کیلئے صفائی کی بے نظیر اسلامی تعلیم

آج کل کرونا وائرس کی عالمی وبا میں دیگر ضروری احتیاطوں کے علاوہ عمومی صفائی کے ساتھ خصوصاً ہاتھوں اور جسمانی صفائی کی تلقین کی جارہی ہے۔فی الحقیقت اس بارہ میں جتنا زور اسلام نے دیا ہے، طہارت اور پاکیزگی کی ایسی تعلیم کہیں اور نہیں ملتی۔جس پر اچھی طرح عمل ہی حفظان صحت کا ضامن ہے۔ارشاد ربانی ہے:

إِنَّ اللهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ (البقرہ: 223)

کہ پاکیزگی اور صفائی اختیار کرنے والوں سے اللہ محبت کرتا ہے۔

ہمارے نبی کریم ﷺ کو آغاز رسالت میں ہی تبلیغ اور عبادت کے ساتھ ایک اہم حکم صفائی ستھرائی کا ہوا۔فرمایا:

قُمْ فَأَنْذِرْ۔وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ۔وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ۔وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ(المدثر:3-6)

کہ (اے نبیؐ) اٹھ کھڑا ہو اور انتباہ کر اور اپنے رب ہی کی بڑائی بیان کر اور اپنے کپڑوں کو بہت پاک کر اور ناپاکی سے کلیۃً الگ رہ۔

چنانچہ رسول کریم ﷺ نے اپنی امت کو پاکیزگی اختیار کرنے کی طرف بہت توجہ دلائی۔آپؐ نے فرمایا: الطُّهُورُ شَطْرُ الْإِيمَانِ (صحیح مسلم کتاب الطہارۃ باب فضل الوضوء) کہ صفائی نصف ایمان ہے۔

اسلامی نماز کے لیے پانچ وقت وضو ضروری قرار دیتے ہوئے فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ (المائدہ: 7)

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تم نماز کی طرف جانے کے لئے اٹھو تو اپنے چہروں کو دھو لیا کرو اور اپنے ہاتھوں کو بھی کہنیوں تک اور اپنے سروں کا مسح کرو اور ٹخنوں تک اپنے پاؤں بھی دھو لیا کرو۔۔۔

اس ہدایت کی مزید تاکید کرتے ہوئے رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ لَا تُقْبَلُ صَلَاةٌ بِغَيْرِ طُهُورٍ (صحیح مسلم کتاب الطہارۃ باب الطہارۃ للصلاۃ) وضو کے بغیر نماز قبول نہیں ہوتی۔

رسول اللہ ﷺ نے صفائی کے بارہ میں اتنی تلقین کی کہ قضائے حاجت کے آداب تک سکھائے۔یہاں تک کہ ایک دفعہ مدینہ کے ایک یہودی نے حضرت سلمان فارسیؓ کو ازراہ تمسخر یہ طعنہ دےڈالا کہ تمہارا نبی کیسا ہے جو تمہیں پیشاب،پاخانہ کے طریق بتاتا ہے۔حضرت سلمانؓ نے اس کے سامنے یہی بات دین اسلام کی برتری کے طور پر فخریہ انداز میں پیش کرتے ہوئے کہا کہ ہاں! واقعی ہمارے رسول اللہ ﷺ نے ہمیں یہ سب آداب سکھائے ہیں کہ ہم قضائے حاجت کے وقت دایاں ہاتھ اپنی صفائی کے لیے استعمال نہ کریں۔ہڈی یا گوبر سے صفائی نہ کریں بلکہ اس کی بجائے کم از کم تین ڈھیلے استعمال کریں۔(ترمذی کتاب الطہارۃ باب 12) خود نبی کریم ﷺ بیت الخلاء سے فارغ ہونے کے بعد تین مرتبہ پانی صفائی کے لیے استعمال فرماتے اور استنجاء کے بعد اچھی طرح صفائی کے لیے (بطور صابن) مٹی یا زمین پر (جو خود جراثیم کش ہے) اچھی طرح ہاتھ رگڑ کر پھر ان کو دھوتے تھے۔

(ابن ماجہ کتاب الطہارۃ باب مَنْ دَلَكَ يَدَهُ بِالْأَرْضِ بَعْدَ الِاسْتِنْجَاءِ)

مدینہ کے قریب ایک بستی ’’قبا‘‘ تھی اس کے باشندے بہت صفائی پسند تھے جو بیت الخلاء کے بعد پانی کے ذریعہ صفائی کرتے تھے۔چنانچہ جب سورۃ توبہ کی یہ آیت اتری کہ

فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَطَهَّرُوا وَاللهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِينَ (التوبۃ: 108)

اس (مسجد قبا) میں ایسے لوگ ہیں جو پسند کرتے ہیں کہ وہ اچھی طرح پاک صاف ہو جائیں اور اللہ اچھی طرح پاکیزگی اختیار کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

رسول کریم ﷺ نے اہل قبا سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے صفائی کے معاملہ میں تمہاری تعریف کرکے اپنی محبت کا اظہار کیا ہے۔تمہارا صفائی اور طہارت کا طریق کیا ہے۔انہوں نے کہا کہ ہم رفع حاجت کے بعد صفائی کے لیے محض ڈھیلے یا پتھر پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ پانی بھی استعمال کرتے ہیں۔نبی کریم ﷺ نے فرمایا یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ لوگوں کی تعریف کی ہے۔

(ترمذی ابواب التفسیر تفسیر سورۃ توبہ باب 10)

آنحضرت ﷺ وضو کرتے ہوئے ہاتھ منہ،بازوؤں اور پاؤں کو تین مرتبہ دھوتے اور تین مرتبہ ناک میں پانی ڈال کر صاف کرتے۔

(بخاری کتاب الوضوء اب الوضوء ثلاثا ثلاثا)

آج کل کی موذی وباء میں ہاتھ دھونے اور ناک منہ صاف رکھنے پر زور ہے اور اسلامی وضو میں دن میں پانچ مرتبہ ان اعضاء کی صفائی معمول ہے اور چھے تہجد کے وقت مکمل وضو کرنے سے قریباً نصف غسل تو ہو ہی جاتا ہے۔رسول کریم ﷺ نے مکمل وضو کا یہ طریق سکھایا کہ تین دفعہ کلی اور تین مرتبہ ناک میں پانی ڈال کر صاف کرتے اور تین دفعہ ہاتھ دھو کر پھر سر پر مسح کرکے تین مرتبہ دونوں پاؤں دھوتے۔(بخاری کتاب الصوم بَابُ سِوَاكِ الرَّطْبِ وَالْيَابِسِ لِلصَّائِمِ) آج کل باہر سے گھر آکر سر کے بالوں کو بھی دھونے کی تلقین کی جاتی ہے تاکہ وہ بھی ہر قسم کی آلودگی سے صاف ہوجائیں۔ہمارے نبی ﷺ نے تو پہلے ہی وضو میں یہ نمونہ دیا کہ وضو کے دوران آپؐ ریش مبارک کو پانی سے دھوتے اور سر کے مسح کے وقت بالوں کو گیلے پانی سے پونچھ کر صاف کرلیتے۔ہاتھوں اور پاؤں کے اندر انگلیاں پھیر کے خلال فرمالیتے تاکہ اچھی طرح ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیوں کے اندر جوڑ اور فاصلہ کی صفائی کرتے۔کانوں کے اندر اور باہر مسح کے وقت انگلیاں پھیر کر صفائی فرماتے۔

(ابوداؤد کتاب الطہارۃ باب الوضوء مرّتین)

اسلام میں صفائی کا اتنا خیال رکھا گیا ہے کہ مختلف مواقع پر غسل کرنے کا حکم ہے۔مثلاً ازدواجی تعلقات کے بعد میاں بیوی دونوں کو مکمل غسل جنابت کا حکم دیا۔(النساء:44) ایام خاص کے بعد عورتوں کو غسل کا حکم دیا۔(البقرہ:223) اور جمعہ کے دن تو آپؐ نے ہر مسلمان کے لیے غسل واجب قرار دیا۔

(صحیح بخاری کتاب الجمعۃ بَابُ فَضْلِ الْغُسْلِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ)

اسی طرح موجودہ وبا میں اطباء دیگر صفائی کے ساتھ ناخنوں وغیرہ کے کاٹنے کی ہدایت کررہے ہیں کہ ان میں بھی یہ وائرس چھپ سکتا ہے۔رسول کریم ﷺ نے چودہ سو سال قبل مسلمانوں کوناخن کاٹنے اور مونچھیں تراشنے کی لازمی ہدایت فرمائی۔(بخاری کتاب اللباس باب تقلیم الاظفار) آپؐ فرماتے تھے کہ ناخنوں کی میل دیکھ کر مجھے الجھن ہوتی ہے اور مونچھوں کے بالوں کے لیے ’’شوارب‘‘ کے الفاظ استعمال کیے کہ پانی پیتے ہوئے بالائی ہونٹوں کے جو بال مشروب میں پڑ کر آلودہ کرسکتے ہوں،وہ کاٹ دیئے جائیں۔(بخاری کتاب اللباس باب تقلیم الاظفار) بلکہ آپؐ نے تو داڑھی کے پراگندہ بال بھی تراشنے کی ہدایت فرمائی۔

(ترمذی ابواب الادب بَابُ مَا جَاءَ فِي الأَخْذِ مِنَ اللِّحْيَةِ)

اسی طرح رسول کریم ﷺ دانتوں کی صفائی پر بھی بہت زور دیتے تھے جو حفظان صحت کے لیے ایک کلیدی چیز ہے۔آپؐ فرماتے تھے کہ اگر مجھے اپنی امت کی مشکل کا خیال نہ ہوتا تو ہر نماز کے ساتھ مسواک کا حکم دیتا۔

(بخاری کتاب الجمعۃ بَابُ السِّوَاكِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ)

ہرچندکہ رسول کریمؐ نے اپنی امت کو تو یہ حکم دے کر مشکل میں نہیں ڈالا مگر اپنی سنت سے انہیں یہ نمونہ دیا کہ خود دن میں کئی مرتبہ مسواک فرماتے تھے۔حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ آنحضرت ﷺ گھر میں آتے ہوئے اور گھر سے باہر جاتے ہوئے ہمیشہ مسواک کرتے تھے۔

(مسلم کتاب الطہارۃ باب السواک)

آپؐ فرمایا کرتے تھے کہ مسواک منہ صاف رکھنے کا آلہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا موجب ہے۔

(بخاری کتاب الصوم بَابُ سِوَاكِ الرَّطْبِ وَالْيَابِسِ لِلصَّائِمِ)

حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ آخری بیماری میں حضور ﷺ نے میرے بھائی عبد الرحمان کے پاس مسواک دیکھی تو اس کی طرف اشتیاق کی نظر ڈالی۔میں سمجھ گئی اور بھائی سے مسواک لے کر نرم کرکے حضورؐ کو دی جو آپ ﷺ نے استعمال فرمائی۔

(بخاری کتاب المغازی بَابُ مَرَضِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَوَفَاتِهِ)

آنحضور ﷺ صاف ستھرا لباس پسند کرتے اور فرمایا کرتے کہ یہ بات اسراف میں داخل نہیں کہ عام کام کاج کرنے والے اور مزدوری پیشہ لوگ اپنے کام کے کپڑوں کے علاوہ جمعہ کے لیے صاف ستھرا جوڑا کپڑوں کا بنا کر رکھیں اور اس روز استعمال کیا کریں۔

(ابوداؤد کتاب الصلوۃ بَابُ اللُّبْسِ لِلْجُمُعَةِ)

صفائی ستھرائی کے ساتھ خوشبو کے استعمال کا بھی تعلق ہے۔اس بارہ میں آنحضور ﷺ کا ذوق بہت اعلیٰ تھا۔آپ مسجد میں پیاز،لہسن کھاکرآنے سے منع فرماتے اور عمدہ خوشبو استعمال فرماتے۔آپؐ کے خادم حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے کبھی مشک یا کوئی اور خوشبو نہیں سونگھی جو نبی کریم ﷺ کی خوشبو سے بہتر ہو۔حضرت جابربن سمرہؓ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ رسول کریم ﷺ نے ان کے رخسار پر ہاتھ پھیرا تو اس سے اعلیٰ درجہ کی خوشبو آئی جیسے وہ ابھی خوشبو والے کی صندوقچی سے باہر نکلا ہو۔

(مسلم کتاب الفضائل بَابُ طِيبِ رَائِحَةِ النَّبِيِّ)

کھانے پینے میں بھی آنحضور ﷺ صفائی کا بہت خیال رکھتے،کھانا کھانے سے قبل اور بعد میں بھی ہاتھ دھونے اور دائیں ہاتھ سے کھانے کا ارشاد فرماتے۔

(سنن نسائی کتاب الطہارۃ کتاب الاطعمۃ بَابُ الْوُضُوءِ عِنْدَ الطَّعَامِ)

حضرت ابوقرصافہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنی والدہ اور خالہ کے ساتھ رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر بیعت کی۔واپسی پر میری والدہ کہنے لگیں کہ ہم نے آج تک ایسا نفیس انسان نہیں دیکھا جس کا چہرہ اتنا حسین،لباس اتنا صاف ستھرا اور گفتگو اتنی نرم ہو۔ان کے منہ سے تو جیسے نور چھوٹتا ہے۔

(مجمع الزوائد للھیثمی جزء8صفحہ 279)

حضرت بانی جماعت احمدیہؑ بھی اپنے آقا و مولا حضرت محمد مصطفی ﷺ کی اس تعلیم پر کاربند تھے،آپؑ ہمیں نصیحت فرماتے ہیں:

’’جو لوگ اپنے گھروں کو خوب صاف رکھتے ہیں اور اپنی بدروؤں کو گندہ نہیں ہونے دیتے اور کپڑوں کو دھوتے رہتے ہیں اور خلال کرتے اور مسواک کرتے اور بدن پاک رکھتے ہیں اور بدبو اور عفونت سے پرہیز کرتے ہیں وہ اکثر خطرناک وبائی بیماریوں سے بچتے رہتے ہیں۔پس گویا وہ اس طرح پر يُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ کے وعدے سے فائدہ اٹھالیتے ہیں لیکن جو لوگ طہارت ظاہری کی پرواہ نہیں رکھتے آخر کبھی نہ کبھی وہ پیچ میں پھنس جاتے ہیں اور خطرناک بیماریاں ان کو آپکڑتی ہیں۔‘‘

(ایام الصلح،روحانی خزائن جلد14صفحہ 337)

******

DAILY LONDON
ALFAZL
ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION
Download on the App Store
ANDROID APP ON Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء
درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
0044 74 9378 5065
0044 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

عبد القدیر قمر

مکرم سید عبد الحیٔ شاہ ۔انتہائی دلنواز اور دلفریب شخصیت

ربوہ ایک ایسا خوبصورت اور دلربا شہر ہے جس کی صبحیں، صبح بنارس کو شرماتی ہیں اور جس کی شامیں اودھ کی شاموں کو لاجواب کرتی ہیں اور اس کے رہنے والے نیک، پاک اورمقدس چہرے والےایسےایسےبےمثال افراد سے شرف ملاقات کی خوش نصیبی حاصل ہوتی ہےکہ سلف صالحین کی یادیں تازہ ہو جاتی ہیں۔قدم بے اختیار ان کی طرف بڑھتے ہیں اور دلوں میں محبت و عقیدت کے پھول کھلنے لگتے ہیں۔ایسی ہی ایک ستودہ صفات کا تذکرہ آج مقصود ہے۔

میانہ قد اور متناسب الاعضاء جسم،چہرہ گلاب کی طرح سرخ وشاداب۔ چوڑی پیشانی،روشن آنکھیں چال باوقار،عزم وہمت کا کوہ وقار،خلیفہ وقت کی محبت سے سرشار اور زاہد شب بیدار یہ ہیں ہمارے واجب الاحترام بزرگ مکرم عبدالحیٔ شاہ ۔

مجھے ان سے نیاز مندی اور حاضرباشی کا شرف ایک نایاب کتاب کے حصول کے سلسلے میں ہوا۔پہلی ہی ملاقات نے آپ کا گرویدہ کردیا۔ایسے ملے جیسے صدیوں کےشناسا ہوں۔ پوری توجہ اور انہماک سے میری بات کو سنا۔ایک بزرگ متبحرعالم،علم لدنی کے شناور،ایک کم علم،اجنبی اور کم سن کی بات پر اس طرح توجہ فرما رہے تھے گویا کوئی ہم عمر پُرانا دوست ہواور پھر میرے لئے حیرت در حیرت یہ بھی کہ وہ نایاب کتاب مہیا بھی کر دی۔

اس کے بعد تو شاہ صاحب سے ملاقاتوں کا در کھل گیا۔ گاہے بگاہے حاضر ہوتا رہا اورآپ کی شفقتوں کا مورد بنتا رہا،جب بھی آپ کے دفتر جانے کا موقع ملا آپ کو کتابوں میں منہمک پایا،کہیں قرآن کریم کے ترجمہ، کبھی تفسیر کے کام میں مشغول، کبھی علماء کی کتب پر نظر ثانی ہو رہی ہے،کہیں پروف ریڈنگ اور کہیں انڈیکس چیک کئے جا رہے ہیں۔ دفتر میں کام کرنے والوں پر بھی نگاہ ہے۔ان کی رہنمائی کی جا رہی ہے۔نئے نئے کام ان کے سپرد کئے جارہے ہیں،ان کے کاموں کو چیک کیا جا رہا ہے۔ آنے جانے والوں سے ملاقاتیں ہو رہی ہیں، میٹنگز اٹینڈ ہو رہی ہیں اور دلچسپ بات یہ کہ یبوست اور ناراضگی یا غصہ جو عام طور پر ان لوگوں کو گھیرے رکھتا ہے جن کے کاندھوں پر کام کا بوجھ ہو۔ شاہ صاحب کے پاس پھٹکتا بھی نہیں تھا۔ بلکہ ہمہ وقت بشاشت اور مسکراہٹ آپ کے چہرہ کا احاطہ کئے رکھتی تھی۔ آپ کے چہرہ پر معصومیت وشرافت کے آثار ایسے نمایاں تھے کہ دل گواہی دیتا کہ آپ کے سینہ میں ایک ہمدرد و مہربان دل ہے جو دوسروں کو فائدہ تو پہنچا سکتا ہے مگرایذا دہی اور دل دُکھانے کی صلاحیت سے پاک و صاف ہے۔

شاہ صاحب روایتی مناظر یا مقرر یا خطیب اور واعظ تو نہیں تھے اور نہ ہی بڑھ بڑھ کرباتیں کرنےاور اپنے آپ کو بڑھا چڑھا کر پیش کرنے کا آپ کو شوق تھا ۔ بلکہ آپ کی نمایاں صفت آپ کی سادگی، انکساری اور عاجزی تھی۔بایں ہمہ یہ کہنا ہر گز مبالغہ نہ ہوگا کہ آپ گہرے علم اور عمیق نظر کے مالک تھے۔اس بات کی گواہی ہر وہ شخص دے سکتا ہے جس کا آپ سے تعلق تھا۔آپ بالعموم کم گو تھے۔مگر عندالضرورت اپنی بات کو دلیل و برہان سے مزیّن کرتے اور ایسی پُر اثر گفتگوکرتے کہ سننے والے آپ کے فضل وکمال کے معترف ہو جاتے آپ کے پاس بیٹھنے سے تقویٰ اور روحانیت اور اخلاص وایثارکی نئ منزلوں سےآشنا ہوتے اوراخلاص،للہیت وپاکیزہ نفسی کے معانی کے نئے جہان سے متعارف ہونے کا موقع ملتا۔

محترم شاہ صاحب اپنے ساتھیوں اور بزرگوں کا تذکرہ انتہائی عقیدت اور محبت اورتشکر سے کرتے۔ ایک دفعہ حضرت قاضی محمد نذیر لائلپوری کا تذکرہ کرتے ہوئے بتانے لگے کہ آپ نہایت ذہین اور دور بین نگاہ اور نکتہ رس طبیعت کے مالک تھے۔معقولات و منقولات کے شاہسوار تھے۔علم منطق و علم کلام کے متبحر عالم تھے۔نیز ان کا زہدوورع ،قناعت واستغناء کمال کا تھا۔محترم قاضی صاحب نے بیسیوں مناظرے کئے اور ہر مناظرے میں آپ کا انداز نیا ہوتا تھا ۔ مقابل کوقرآن و حدیث،عقلی نقلی دلائل سے اس طرح گھیرتے کہ اس کے لئے نہ جائے ماندن، نہ پائے رفتن والا معاملہ ہوتا ۔ محترم شاہ صاحب نےمکرم قا ضی صا حب کی تبحّر علمی کا واقعہ بیان کرتے ہوئے بتایا کہ جب بھی کسی مخالف کی کوئی تحریر سامنے آتی محترم قاضی صاحب اس کا جواب لکھوانے لگتے اور ہم لکھنے لگتے۔محترم قاضی صاحب کی اکثر کتب قلم برداشتہ ہیں۔

محترم شاہ صاحب کی ایک بڑی خوبی جس نے مجھے ہی نہیں بلکہ شہر کے شہر کو اپنا دیوانہ بنا رکھا تھا وہ آپ کا غیبت اورشکایت سے مجتنب رہتے ہو ئے اور دوسروں کی کمزوریوں سے صرفِ نظر کرتے ہوئے ان کی ادنیٰ ادنیٰ خوبیوں کا اعتراف اور غیر معمولی بک اپ(Buck up) تھا۔اللہ تعالیٰ ایسے حلیم الطبع اور شفیق انسان کے ساتھ غیر معمولی رحم اور شفقت کا سلوک فرمائے اور ہمیں آپ کی ان اعلیٰ خوبیوں کا وارث بنائے۔آمین

****

’’الفضل‘‘ کی ترویج و ترقی کیلئے حضرت مصلح موعودؓ کی دعا

سیدنا حضرت مصلح موعودؓ نے ’’الفضل‘‘ کے پہلے دور میں اس کی کامیابی کیلئے ان الفاظ میں دعاکی۔

’’اے اللہ ! لوگوں کے دلوں میں الہام کر کہ وہ الفضل سے فائدہ اٹھائیں اور اس کے فیض کو لاکھوں نہیں کروڑوں تک وسیع کر اور آئندہ آنے والی نسلوں کیلئے بھی اسے مفید بنا۔‘‘ (الفضل18جون1913ء)

آج کے الیکٹرونک دور میں مورخہ13دسمبر2019ءکو ’’روزنامہ الفضل‘‘ لندن سے آن لائن جاری ہوا ہے۔قارئین الفضل خود تو اس دعا کے وارث ٹھہرے ہیں۔آپ سے یہ بھی درخواست ہے کہ اپنے عزیز و اقارب اور دوستوں کو بھی اس دعا کے وارث اور اس سے مستفیض کرنے کیلئے ان کو اخبار روزنامہ الفضل کے ذیل میں درج ویب سائٹ اور ایپس سے مطلع کریں تا یہ فیض لاکھوں نہیں کروڑوں تک وسیع ہوتا چلا جائے۔خدا کرے ایسا ہی ہو۔

www.alfazlonline.org
https://apps.apple.com/gb/app/alfazlonline/id1500041209Android
https://play.google.com/store/apps/details?id=org.alfazlonline.alfazlonline&hl=en

(ایڈیٹر)

اوقات طلوع و غروب

21۔اپریل2020ء		طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ		04:39	18:42
مدینہ منورہ		04:34	18:46
قادیان	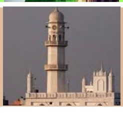	04:26	19:01
ربوہ	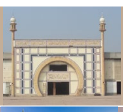	04:07	18:44
اسلام آباد ٹلفورڈ	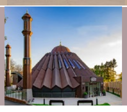	03:41	20:09